بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلرَّاشِی وَالْمُرْتَشِی فِی النَّارِ (ارشادِ نبوی)

رشوت دینے لینے والوں کا ٹھکانا جہنم میں ہے

# بازارِ رشوت

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

مصنفہ

منشی عبدالرحمٰن خان

صدّیقی ٹرسٹ

نسیم پلازا - نشتر روڈ - کراچی ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ فِی النَّارِ (ارشادِ نبوی)

رشوت دینے لینے والوں کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔

# بازارِ رشوت

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

مصنفہ

منشی عبدالرحمٰن خان

صدّیقی ٹرسٹ

نسیم پلازا ۔ نشتر روڈ ۔ کراچی ۵

| | |
|---|---|
| بار اول | یوم انقلاب ۲۷ر اکتوبر سنہ ۱۹۶۵ء |
| بار دوم | یوم پیدائش قائد اعظم ۲۵ر دسمبر سنہ ۱۹۶۵ء |
| بار سوم | یوم پاکستان ۲۳ر مارچ ۱۹۸۴ء |
| تعداد | دو ہزار |
| قیمت | بارہ روپیہ |

ناشر

صدیقی ٹرسٹ

نیم پلازا نزد لسبیلہ چوک نشتر روڈ کراچی ۵

از ایشیا پرنٹنگ پریس کراچی ۵

# اُن کے نام

جو رشوت کو شیرِ مادر سمجھتے ہیں
خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کرتے ہیں
حکومت اور ملت سے غداری کرتے ہیں
اور عذابِ الٰہی کو دعوت دیتے ہیں

○

# فہرست مضامین

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| ۱۴ | رشوت اور حدود اللہ | ۴۰ |
| ۱۵ | طلبِ حلال و حرام | ۴۲ |
| ۱۶ | رشوت کی ممانعت | ۴۴ |
| ۱۷ | رشوت اور رزق | ۴۶ |
| ۱۸ | رشوت اور مشیّت | ۵۰ |
| ۱۹ | رشوت اور رشک | ۵۳ |
| ۲۰ | رشوت اور بھیک | ۵۵ |
| ۲۱ | رشوت اور حیلہ سازی | ۵۶ |
| ۲۲ | رشوت اور آزمائش | ۵۷ |
| ۲۳ | رشوت اور فتنہ | ۶۱ |
| ۲۴ | رشوت اور قانون | ۶۳ |
| ۲۵ | حکام کی حیثیت | ۶۶ |
| ۲۶ | حکام اور رشوت | ۷۰ |
| ۲۷ | رشوت اور وکلاء | ۷۲ |
| ۲۸ | ایک اہم استفتاء | ۷۴ |
| ۲۹ | رشوت اور شہرت | ۷۶ |

| نمبر شمار | عنوان | صفحہ |
|---|---|---|
| ۳۰ | رشوت اور اجرت | ۷۸ |
| ۳۱ | رشوت اور تحفہ | ۷۹ |
| ۳۲ | رشوت اور عطیہ | ۸۲ |
| ۳۳ | رشوت اور سفارش | ۸۵ |
| ۳۴ | حقوق اللہ اور رشوت | ۸۸ |
| ۳۵ | رشوت اور ٹیوشن | ۹۱ |
| ۳۶ | رشوت اور ڈاکٹر | ۹۴ |
| ۳۷ | رشوت اور پبلسٹی | ۱۰۰ |
| ۳۸ | رشوت اور ملکیت | ۱۰۳ |
| ۳۹ | رشوت اور توبہ | ؍؍ |
| ۴۰ | رشوت اور سرمایہ کاری | ۱۰۶ |
| ۴۱ | خوشامد اور رشوت | ۱۱۰ |
| ۴۲ | تقریبات اور رشوت | ۱۱۴ |
| ۴۳ | وقت کا ناجائز استعمال | ۱۱۹ |
| ۴۴ | راشی اور شیطان | ۱۲۳ |
| ۴۵ | راشی اور رنڈی | ۱۲۷ |

# حرفِ آغاز

ہمارے ملک کا نام پاکستان ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ یہ سرزمین ہر قسم کی خرابیوں۔ برائیوں اور بدعنوانیوں سے پاک ہو۔ اور اسلامی تعلیمات کا صحیح نقشہ پیش کرتی ہو۔ مگر یہاں صورت حال بالکل مختلف ہے اسلامی تعلیمات کو اپنانے کی بجائے یہاں ہر نوع کی برائی اسلام کے نام پر نشو و نما پا رہی ہے۔ برائی کو نیکی اور عیب کو ثواب سمجھا جا رہا ہے۔ خود بدلنے کی بجائے قرآن کے معنی و مفہوم کو بدلا جا رہا ہے اور اسکی من مانی تعبیر و تفسیر کر کے اپنا مقصد پورا کیا جا رہا ہے۔ اس وقت پاکستان میں جو برائیاں اور خرابیاں جڑ پکڑ چکی ہیں۔ عوام و خواص میں قبولِ عام پا چکی ہیں اور معاشرہ میں روح کا کام دے رہی ہیں۔ ان میں سرفہرست رشوت ہے۔ زمانہ کے حالات کے ساتھ ساتھ رشوت ستانی کا معیار بھی بلند ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس کے انداز بدلتے چلے جا رہے ہیں۔ اور اسکے لئے ایسے طور طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں کہ رشوت کو رشوت محسوس ہی نہ کیا جائے۔ بلکہ اسے ایک جائز حق سمجھا جائے۔ اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ خدا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و ارشادات اور واقعات کی روشنی میں عوام و خواص کے سامنے اس کی صحیح صورت پیش کر دی جائے۔ تاکہ ہر شخص اس لذیذ و لطیف "غذا" میں پوشیدہ مہلک جراثیم کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھ سکے۔

چنانچہ اس غرض کیلئے قرآن وحدیث سے ضروری مواد تلاش کیا گیا۔ اور اپنے انداز فکر سے اسے کچھ ترتیب کیا۔ مگر اس پر قدامت کا رنگ غالب رہا۔ اور دورِ حاضرہ کے مذاق کے مطابق جدت کا رنگ نہ چڑھا سکا۔ جیسے آجکل زیادہ پسند کیا جاتا ہے۔ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع مدظلہٗ کے مشورہ کے مطابق اسے جدید سانچے میں ڈھالنے کا کام محترم منشی عبدالرحمٰن خان صاحب ناظم اعلیٰ عالمی ادارۂ اشاعت علوم اسلامیہ ملتان کے سپرد کرنا پڑا اور اس کے ساتھ ہی کتابت وطباعت کا بارگراں بھی انہی کے کندھوں پر ڈال دیا گیا۔ کیونکہ وہ اس معاملہ میں بھی خاصی مہارت رکھتے ہیں اور عوام وخواص کے ذوق کا ہر طرح، ہر جگہ خیال رکھتے ہیں۔ ان کی انتہائی مصروفیات کی وجہ سے اس بات کا شدید اندیشہ تھا کہ وہ یہ بارگراں اٹھانے سے جواب دیدیں گے۔ مگر جب احقر اس سلسلہ میں خود ان کے پاس ملتان پہنچا۔ تو انہوں نے معاملہ کی نوعیت و اہمیت کا احساس کرتے ہوئے یہ خدمت طوعاً وکرہاً قبول کرلی۔ مگر رشوت کے متعلق میری جمع کردہ دس آیاتِ قرآنی اور چہل حدیث نبوی میں انہوں نے اپنی طرف سے مزید اضافہ کرکے حسنِ تحقیق کے ساتھ خود یہ کتاب لکھ ڈالی۔ جو اہمیت وافادیت کے لحاظ سے رسالہ کے مقابلہ میں ایٹم بم کی حیثیت رکھتی ہے اور فی الواقعہ اس موضوع پر ایسی جامع کتاب لکھنا کسی اور کے بس کی بات بھی نہ تھی اسکے لئے جملہ خادمانِ جامعہ اشرفیہ ان کے ازحد ممنون ہیں اور دست بدعا ہیں کہ

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

(مولانا قاری) محمد عبید اللہ
مہتمم جامعہ اشرفیہ - لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# پیش لفظ

**جنگ پاکستان کا مقصد** پاکستان کی جنگ محض اس لئے لڑی گئی تھی کہ اس سرزمین پاک پہ ایک مثالی اسلامی حکومت قائم کی جائے گی. قرآنی دستور کے مطابق اس کا آئین بنایا جائے گا. لوگوں کو کتاب و سنت کے مطابق زندگی بسر کرنے کا خوگر بنایا جائے گا. اور اسے ہر قسم کی بدعنوانیوں۔ خرابیوں اور برائیوں سے پاک کر کے اسم با مسمیٰ پاکستان بنا دیا جائے گا. جس پہ دوسرے ممالک رشک کریں گے.

عنانِ حکومت سنبھالنے کے بعد بانیٔ پاکستان قائد اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ملک کو رشوت ستانی. خویش پروری اور اقربا نوازی سے پاک کرنے اور صحیح معنوں میں اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جس شدّت سے اعلانات کئے. ان سے بدمعاش. بدقماش۔ بدکردار اور بداطوار عنصر میں ایسا خوف و ہراس پیدا ہو گیا. کہ اس نے خود بخود دست تعدی روک لیا. اور جرائم کی تعداد خلاف معمول روز بروز گھٹنے لگی۔ پہلی ششماہی کے خاتمہ پر، گزشتہ چند سالوں کے مقابلہ میں

جرائم اتنے گھٹ گئے کہ نہ صرف عوام بلکہ حکام بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

## عیب و ثواب

مگر بدقسمتی سے تعمیر پاکستان کے لئے اسلامی ذہن و ذوق رکھنے والے ارباب اقتدار میسر نہ آسکے۔ اور جو برسر آئے وہ مغربی تعلیم و تربیت اور تہذیب و تمدن کے پروردہ اور دلدادہ تھے۔ اس لئے پہلے تو یہ معاملہ کھٹائی میں پڑا رہا۔ مگر بعد ازاں جب مخلصین کی جدوجہد سے ایک دستور تیار ہو کر نافذ ہوا۔ تو وہ انقلاب زمانہ کی بھینٹ چڑھ گیا۔ جرائم کی رفتار جو ابتداً اسلامی آئین کے نفاذ کے خوف سے بہت حد تک گھٹ گئی تھی۔ اس عرصہ میں غیر یقینی حالات کی وجہ سے یکایک بڑھ گئی۔ اور بدعنوان طبقہ کی سرگرمیاں ملک کے امن و امان کے لئے خطرناک ثابت ہونے لگیں جن کی اصلاح کے لئے مارشل لاء نافذ ہوا۔ مارشل لاء کے نفاذ سے حالات کے روبہ اصلاح ہونے کی کچھ توقع پیدا ہو گئی تھی۔ مگر یہ بھی پوری نہ ہو سکی۔ اور حالات روز بروز بد سے بدتر ہوتے گئے۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ

(۱) حلال و حرام میں سرے سے تمیز ہی نہیں کی جاتی۔
(۲) حلال کو حرام بنانے اور حرام کو حلال ثابت کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کی جاتی۔
(۳) قومی مفاد کو ذاتی مفاد پر قربان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا۔
(۴) خویش پروری۔ اقربانوازی پر اہلیت و قابلیت کو ترجیح نہیں دی جاتی۔
(۵) واقفیت۔ رشوت یا سفارش کے بغیر کسی کا کام نہیں کیا جاتا۔

(۶) ملاوٹ، چور بازاری اور ذخیرہ اندوزی کے سوا چین و قرار نہیں آتا۔

(۷) برائی اور بے حیائی کے کاموں کے سوا اور کوئی بات پسند نہیں آتی۔

غرضیکہ شرافت و دیانت کے ساتھ جینا مشکل بنا دیا گیا ہے۔ جو لوگ یہ حالات پیدا کر رہے ہیں وہ نہ صرف اپنی تباہی و بربادی کا سامان کر رہے ہیں بلکہ

(۱) حکومت کی پریشانیاں اور مشکلات میں اضافہ کر رہے ہیں اور

(۲) ملک و ملت کے لئے ایک ہولناک عذاب لا رہے ہیں۔

## خرابیوں کی وجہ

ان تمام خرابیوں کی وجہ صرف جلبِ منفعت ہے جسے مقصودِ زندگی اور قومی شعار بنا لیا گیا ہے

یہ حالات محض اس وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں۔ کہ لوگوں کی نظر صرف مفادات پر رہے۔ ان سے وابستہ خطرات پر نہیں۔ اگر ان خطرات سے عوام کو احسن طریق سے آگاہ کیا جائے۔ اور ان کے سامنے ان کی صحیح تصویر رکھی جائے۔ تو بالیقین بہت سے لوگ ان باتوں سے باز آجائیں۔ یہ کام علماء کرام کا ہے مگر انہیں اپنے نزاعی مسائل سے ہی فرصت نہیں۔ اور جو ان مناقشات سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔ وہ گوشہ نشینی میں عافیت سمجھتے ہیں۔ مگر ایسا سمجھنے سے وہ اصلاحِ اخلاق اور صحتِ معاملات کی ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ لیکن جب اہل اپنا فرض بھول جائیں تو حق تعالیٰ نااہلوں سے وہی کام کرا لیتے ہیں۔

ملک میں رشوت کی روز افزوں وبا کے خلاف جب بڑے بڑے اربابِ علم و

فضل کو قرآن وحدیث کی روشنی میں قلم اٹھانے کی توفیق نہ ہوئی۔ تو حق تعالیٰ نے اس جہادِ عظیم کے لئے جامعہ اشرفیہ لاہور کے نوجوان اور صالح مہتمم مولانا قاری محمد عبید اللہ صاحب کے دل میں خیال ڈالا۔ اور انہوں نے رشوت کے متعلق دس آیاتِ قرآنی اور چہل حدیث نبوی جمع کرکے احقر کو ایک رسالہ ترتیب دینے کا امر فرمایا۔ معاملہ چونکہ اہم تھا۔ اسلئے احقر نے اسے ترتیب دینے کا وعدہ کرلیا۔ لیکن جب ترتیب دینے بیٹھا تو اسوقت محسوس ہوا کہ اتنے اہم موضوع پر چہل حدیث شائع کردینے سے مقصد پورا نہ ہوگا۔ اسلئے احقر نے خود اس موضوع پر کتاب لکھنے کی اجازت چاہی۔ صاحب موصوف کے پیشِ نظر چونکہ نام نہیں تھا۔ کام تھا۔ اس لئے انہوں نے اپنے جمع کردہ مواد کی بنا پر اس ناچیز کو کتاب لکھنے کی اجازت دیدی۔ کچھ مزید مواد جمع کرکے احقر نے قرآن وحدیث کی روشنی میں بازار رشوت کا دوسرا رخ کتاب ہذا میں پیش کیا ہے۔ تاکہ اس کے آئینہ میں ہر شخص اپنے حال و مستقبل کی صحیح تصویر دیکھ سکے۔ اور اپنے پسندیدہ مفادات سے وابستہ خطرات سے آگاہ ہوسکے۔ اور ان سے بچنے کی کوشش کرے۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کتاب کو قبول مقبول فرمائے۔ امین ثم امین!

احقر العباد

منشی عبدالرحمٰن خان

چہلیک۔ ملتان شہر

۸ ستمبر ۱۹۶۵ء

# تصدیق

احقر نے رسالہ ہذا کا تقریباً باستیعاب مطالعہ کیا روایات سب مستند اور مسائل صحیح و درست ہیں۔ اللہ تعالےٰ نافع و مفید بنائیں اور مصنف کو جزاءِ خیر عطا فرمائیں۔

بندہ

(مفتی اعظم پاکستان مولانا) محمد شفیع عفا اللہ عنہ
کراچی ۲۰۔ ربیع اول ۱۳۸۵ھ

(مولانا) محمد جمیل تھانوی۔ مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

(مولانا) محمد موسےٰ۔ روحانی بازی۔
مدرس اعلیٰ قاسم العلوم۔ ملتان

# حرفِ چند

زیرِ نظر کتاب پہلی مرتبہ بعہد صدر محمد ایوب خان مرحوم ۲۷ راکتوبر ۱۹۶۵ء کو شائع ہوئی جو سرکاری طور پر خرید کر اعلیٰ افسران میں تقسیم کی گئی۔ اب جب کہ جنرل محمد ضیاء الحق صدر پاکستان نے رشوت ستانی کے خلاف پاکستان میں پہلی مہم شروع کی۔ تو میرے معاون ادارہ صدیقی ٹرسٹ کراچی نے میری یہ کتاب شائع کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ صدیقی ٹرسٹ چونکہ پاکستان میں تجارتی اغراض کی بجائے خالصتہً للہ تبلیغی بنیادوں پر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت کی خدمات سر انجام دے رہا ہے اور قریباً قیمت لاگت پر دینی لٹریچر بہم پہنچا رہا ہے۔ اس لیے میں نے اپنی اس کتاب کے حقوق اشاعت آئندہ کے لیے صدیقی ٹرسٹ کراچی کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اب اسی نے یہ کتاب شائع کی ہے اور آئندہ بھی میری تمام تصنیفات و تالیفات صدیقی ٹرسٹ ہی شائع کرے گا اور کسی کو شائع کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ فقط المرقوم ۱۸ ر دسمبر ۱۹۸۴ء۔

احقر العباد
منشی عبدالرحمٰن خان بقلم خود

# افلاطون کی تجویز

سرکاری حکام کی دیانت داری کو برقرار رکھنے کے
لئے یہ لازمی ہے کہ ان کی کوئی ذاتی ملکیت نہ ہو
ہر شے ان کی مشترکہ ملکیت ہو۔ عوامی مطبخ سے
انہیں کھانا ملے۔ سب ایک ہی بارک میں ساتھ سوئیں
ان حکمرانوں کا جب کوئی ذاتی مفاد نہ ہو گا۔ یہ رشوت
سے بچے رہیں گے۔ اور صرف ایک ہی مقصد کے
لئے کام کریں گے۔ وہ مقصد ہو گا
انسانوں میں عدل و انصاف کا قیام!

# رشوت

شرعاً حرام

اخلاقاً ظلم

اور

قانوناً جرم

ہے

# وضاحت

راشی عربی میں رشوت دینے والے کو کہتے ہیں
مگر عرف عام اور اُردُو میں عام طور پر لفظ راشی
کا استعمال رشوت لینے والے کے لئے ہوتا ہے
اس لئے کتاب ہذا میں لفظ راشی انہی معنوں
میں استعمال کیا گیا ہے۔

مصنف

## رشوت کی تعریف

رشوت

وہ معاوضہ ہے۔ جو کسی فرض منصبی یا واجب کام کی انجام دہی میں ناحق۔ ناواجب اور ناجائز کام کے صلے میں نقد۔ قیمتی اشیا، یا حسین لڑکیوں کی شکل میں وصول کیا جاتا ہے۔

(۲) وہ ناجائز مفاد ہے۔ جو اپنے اعزاز۔ منصب یا عہدہ کی بنا پر بلا استحقاق جائز حاصل کیا جاتا ہے۔ جس کا بلا عہدہ حاصل ہونا ممکن نہیں ہوتا۔

(۳) وہ مشاہرہ غداری ہے۔ جو معاہدہ ملازمت کی خلاف ورزی کرنے۔ حکومت کے وقار۔ مفاد اور خزانہ کو نقصان پہنچانے کی غرض سے صنعتی تجارتی اور غیر ملکی اداروں سے مقررہ مشاہرہ یا کمیشن کی صورت میں وصول کیا جاتا ہے۔

## رشوت کی اقسام

رشوت کی معروف قسمیں تین ہیں۔

(۱) ذاتی رشوت۔ جو کوئی فرد یا جماعت ذاتی ضرورتوں اور مجبوریوں کے تحت ادا کرتی ہے۔

(۲) اداراتی رشوت۔ جو تجارتی اور صنعتی اداروں کی طرف سے حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرنے اور ناجائز مفاد اٹھانے کے لیے مستقلاً اور اہتماماً افسران کو اس انداز سے پہنچائی جاتی ہے کہ اس پر رشوت کا قطعاً شبہ نہ کیا جاسکے۔

(۳) سیاسی رشوت۔ جو اقتدار و اختیار کے حصول و تحفظ اور رائے عامہ کو ہموار بنانے کے لئے، سیم وزر اور مراعات اور نوازشات کی صورت میں قوم کے صحیح اور سچے خادموں" کو پہنچائی جاتی ہے۔

بعض محکموں میں رشوت بنیادی حقوق کا درجہ رکھتی ہے۔

رشوتِ جاریہ اس کا رشتہ ذات سے نہیں منصب سے وابستہ ہوتا ہے جو بھی اس منصب پر تعینات ہو کر آتا ہے۔ وہی یہ اپنا "فطری حق" پاتا ہے۔ مثلاً

(۱) عتابِ حکام سے بچنے کے لئے زمیندار اپنی پیداوار میں سے "سرکاری زکوٰۃ" نکالتے ہیں۔ اور وقت مقررہ پہ بلا حیل وحجت، خود بخود اپنے علاقہ کے محکمہ مال، محکمہ انہار اور محکمہ پولیس کے راشی افسران و ملازمان کو پہنچاتے رہتے ہیں۔ تاکہ وہ ان پر نظرِ کرم رکھیں۔

(۲) صنعتی اور تجارتی ادارے راشی افسران و ملازمان کی "خواہشات" کا احترام کرتے ہوئے۔ اپنی مصنوعات کی فہرستوں میں قیمتیں درج کرتے وقت ان کا کمیشن بھی شامل کر دیتے ہیں۔ اور فروخت شدہ مال کی قیمت وصول کرنے کے بعد بلا طلب و تقاضا، خود بخود ان افسران یا ملازمان کو ان کا کمیشن پہنچا دیتے ہیں جن کی معرفت آرڈر ملتا ہے۔ تاکہ وہ آئندہ بھی انہیں "خدمت" کا موقعہ دیتے رہیں۔

(۳) بڑی بڑی کمپنیوں۔ فرموں اور ملوں کے مالکان نے گرانقدر مشاہروں پر "افسران بکارِ خاص" رکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ گو ان کے عہدوں کے نام مختلف اداروں

میں مختلف ہوتے ہیں۔ مگران کا کام صرف وقتاً فوقتاً اعلیٰ افسران کی کوٹھیوں کا طواف کرنا۔ انہیں دعوتیں اور پارٹیاں دینا۔ ان کی "تکالیف" معلوم کر کے ان کے ازالہ کا "اہتمام" کرنا۔ اور انہیں اپنی مصنوعات کے "خصوصی نمونے" پیش کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ ان کی ناجائز ستانیوں سے چشم پوشی کرتے رہیں۔ اور بوقت ضرورت ان کے کام آسکیں۔

(۴) بعض ہوشیار اور عیار قسم کے تاجروں اور صنعتکاروں نے حسین و جمیل پیشہ ور لڑکیاں پرائیویٹ سیکرٹری یا سٹینو ٹائپسٹ کے طور پر ملازم رکھی ہوتی ہیں۔ جو ضروری یا ناجائز کام نکلوانے کے لئے افسران نوازی کی خدمات سرانجام دیتی رہتی ہیں۔ یہ جنسی رشوت مالی رشوت کے مقابلہ میں سستی پڑتی ہے اور جدید ہونے کی وجہ سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے۔ اور اس کے ذریعہ جلدی مشکل کشائی ہوتی ہے۔

(۵) بے قاعدگیاں۔ بے ضابطگیاں کرنے والے سینماؤں، اداروں، کارخانوں اور دکانداروں کی طرف سے متعلقہ افسروں یا انسپکٹروں[۱] کا "ماہانہ" مقرر ہوتا ہے

---

[۱] واضح رہے کہ دورِ غلامی میں ہر ضلع کے اندر گنتی کے چند انسپکٹر ہوتے تھے۔ مگر اب انسپکٹران کی ایک پوری کی پوری فوج ملک پر مسلط ہے۔ ہر جگہ لیبر انسپکٹر۔ اوزان انسپکٹر۔ کاٹن انسپکٹر۔ فوڈ انسپکٹر۔ انکم ٹیکس انسپکٹر۔ ٹیکسیشن انسپکٹر۔ سیل ٹیکس انسپکٹر۔ ٹریفک انسپکٹر۔ فیکٹری انسپکٹر۔ شاپ انسپکٹر۔ گیم انسپکٹر۔ فشریز انسپکٹر۔ لینڈ انسپکٹر۔ تانگہ انسپکٹر۔ غرضیکہ اتنے انسپکٹر ہیں جو شمار و قطار میں بھی نہیں آسکتے پھر ہر ایک کے پاس حلقہ وسیع ہوتا ہے۔ مگر تنخواہ زیادہ نہیں ہوتی۔ اس لئے ان کی دسترس دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔

جو انہیں باقاعدگی کے ساتھ ہر ماہ ملتا رہتا ہے ۔ تاکہ وہ چشم پوشی سے کام لیتے رہیں

(۶) بعض بڑے افسران ، اپنے ماتحت افسران یا ملازمان سے "ماہانہ خراج" وصول کرنے کے عادی ہوتے ہیں. جو ان کو ہر حال میں پہنچایا جاتا ہے ۔ تاکہ وہ مطمئن رہ کر عملہ ماتحت کو "بےفکری سے کام" کرنے دیں ۔

(۷) بعض اعلیٰ افسران نے اپنے محکمہ کے ٹھیکیداروں کے لئے شرح کمیشن مقرر کی ہوتی ہے ۔ جو ٹھیکیدار بلوں کی وصولی کے بعد باقاعدگی سے بلا عذر پہنچاتے رہتے ہیں ۔

(۸) بعض افسران نے پرمٹوں - الاٹمنٹوں یا دیگر مراعات ونوازشات کی بناء پر چالو کاروبار میں اپنا حصہ مقرر کیا ہوا ہوتا ہے ۔ جس کا شراکت ناموں میں فرضی نام سے باقاعدہ اندراج ہوتا ہے ۔ جو محکمہ انکم ٹیکس میں باقاعدہ رجسٹر ہوتا ہے ۔ اور اس کے مطابق افسران باوقار گھر بیٹھے "من وسلویٰ" حاصل کرتے رہتے ہیں ۔

غرض کہ رشوت کی یہ وہ چند مستقل اور بے ضرر صورتیں ہیں جن سے رشوت کا کاروبار عین قانون کی روشنی میں نہایت خوبی وخوش اسلوبی سے چلتا رہتا ہے اسے عام طور پر رشوت کی بجائے حصہ یا حق سمجھا جاتا ہے ۔ شاید اسی لئے قانون ایسی سرمایہ کاری پر معترض نہیں ہوتا ۔ اور ویسے بھی انسانی قانون ، خدائی قانون کی طرح خود بخود حرکت میں نہیں آتا ۔ حرکت میں لانے کے لئے شکایت

رپٹ یا استغاثہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ جس کی بحالات بالا ضرورت پیدا نہیں ہوتی۔

## ناقابل گرفت رشوت

زمانہ کی ترقی کے ساتھ ساتھ ہر قسم کے علوم و فنون بھی ترقی کر رہے ہیں۔ رشوت کے لین دین کے لئے بھی عصری تقاضوں کے مطابق نئے نئے طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ اور مفاد پرست طبقہ اس کے لئے ایسے ذرائع تلاش کرتا رہتا ہے جن کے ذریعہ کم سے کم خرچ اور کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کیا جا سکے۔ اس کے لئے وہ سب سے پہلے اپنے متعلقہ اعلیٰ افسران یا حکام کا نفسیاتی مطالعہ کرتے ہیں۔ ان کی دوستیاں۔ دلچسپیاں اور کمزوریاں معلوم کرتے ہیں اور پھر ان کے ذریعہ "عمل تسخیر" شروع کرتے ہیں۔ مثلاً۔

(۱) اگر وہ "جہانگیر" کا درجہ رکھتا ہے۔ تو بلطائف الحیل "نورجہاں" کو شیشہ میں اتار کر کام نکالا جاتا ہے۔

(۲) اگر وہ کلبوں میں جانے کا شائق ہے تو ان کلبوں کی ممبری اختیار کی جاتی ہے اور وہاں جوا کھیلتے کھیلتے دانستہ بھاری رقوم ان کے ہاتھوں ہرا دی جاتی ہے۔ اور اس طرح ان کی "ہمدردیاں" حاصل کی جاتی ہیں۔

(۳) اگر وہ خوبرو دوشیزاؤں کا مشتاق ہے۔ تو ان کے ذریعہ شکار کو جال میں پھنسایا جاتا ہے۔

(۴) اگر راگ و رنگ کا دلدادہ ہے۔ تو اس کے لئے ثقافتی انداز اختیار کیے جاتے ہیں۔

(۵) اگر وہ حبِ مال میں غرق ہے۔ تو اسے معمولی پیسوں میں کمپنیوں کے حصص (SHARES) دلاکر چند ماہ میں وہی خود بھاری رقوم میں خرید کر ان کا بینک بیلنس بڑھا دیا جاتا ہے۔ یا

(۶) پسندیدہ کالونی میں متعلقہ آفیسر کے کسی رشتہ دار کے نام پر پلاٹ خرید لیا جاتا ہے۔ فنانس کارپوریشن سے محض دکھاوے کے لئے اسے قرضہ دلایا جاتا ہے۔ اپنی گرہ سے عالیشان بلڈنگ تیار کرا کر ہزاروں روپے ماہوار کے کرایہ پر چڑھانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ جب یہ سب کچھ مکمل ہو جاتا ہے تو وہ بلڈنگ اسی رشتہ دار سے "صاحب بہادر" کے نام ہبہ کرا دی جاتی ہے۔ اور قرضہ واپس کر دیا جاتا ہے۔

(۷) اگر وہ پینے پلانے کا رسیا ہے۔ تو اس کے لئے بوتلوں کا نہیں پیٹیوں کا انتظام کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ اسے غالب کی طرح پریشان نہ رہنا پڑے۔

(۸) اگر وہ ان سب باتوں سے بری اور پاک ہے تو پھر اس کے مخلص دوستوں کے ذریعہ ناجائز کام نکلوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ غرضکہ ان کی ہر کمزوری سے فائدہ اٹھانے۔ ان کی ہر دلچسپی کا سامان مہیا کرنے اور اس کے مخلص دوستو کی معرفت اسے زیر کرنے میں مفاد پرست طبقہ کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتا

مگر رائج الوقت قوانین میں ایسے منافع بخش سودوں پر دارو گیر کا کوئی انتظام نہیں۔ اس لئے یہ طریقے آج کل زیادہ مروج و مقبول ہیں۔

## ناجائز معاوضہ کی صورتیں

ناجائز معاوضہ وہ ہوتا ہے جو عدلیہ یا انتظامیہ کے جال میں پھنسے ہوئے اہل غرض سے مختلف حیلوں بہانوں سے بہ جبر وصول کیا جاتا ہے۔ مثلاً۔

(۱) سرکاری بلوں۔ چیکوں اور ریفنڈ و واچروں وغیرہ کی تیاری کے وقت "خوش نہ کرنے" کی وجہ سے سقم ڈال دینا۔ یا ادائیگی کے وقت ان میں کوئی نہ کوئی نقص تلاش کر کے ادائیگی سے انکار کر دینا۔ یا ادائیگی میں جان بوجھ کر دیر کر دینا۔ یا اہل غرض کو ناحق بٹھائے رکھنا یا اسے پریشان کرنا۔ تاکہ وہ کچھ نہ کچھ حق الخدمت پیش کرنے پر مجبور ہو جائے۔

(۲) کسی تفتیش کے دوران میں بے گناہ یا معزز افراد کو بطور مشتبہ بلا کر ناحق بٹھلا دینا۔ اور انہیں پریشان کر کے ان سے کچھ بٹور لینا۔

(۳) تجارتی یا صنعتی اداروں کے مالکوں اور منیجروں پر بے بنیاد الزامات لگا کر انہیں ہراساں کرنا۔ اور اس آڑ میں ان سے ناجائز وصولی کرنا۔

(۴) سفارش یا معاوضہ کے عوض حقدار کو محروم کر کے غیر مستحق کو حقدار بنا دینا۔ یا گنہگار کو چھوڑ کر بے گناہ کو ناحق چالان یا سزا کر دینا۔

(۵) حقدار کو اس طرح دبانا۔ ڈرانا یا دھمکانا کہ اسے یقین ہو جائے کہ اس کا

حق مارا جائے گا۔ اور اس آڑ میں اس سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دینا۔

(۶) لالچی افسران کی طرح ہر ایک سے مفاد اٹھانے کی کوشش نہ کرنا۔ چند ایک موٹی مرغیوں کو منتخب کر کے بلطائف الحیل ان سے اپنا "بجٹ" پورا کرا لینا۔

(۷) ہر ایک کو مطمئن رکھنے کے لئے جملہ فریقین سے پیشگی معاوضہ وصول کر لینا۔ اور بالآخر قانونی تقاضوں کے مطابق فیصلہ کر کے، مستفید ہونے والے کی رقم رکھ کر باقیوں کو معذرت کے ساتھ رقم واپس کر دینا کہ قانونی مجبوری تھی۔ ورنہ رقم کس کو پیاری نہیں ہوتی۔

## ناجائز مفاد کی صورتیں

اپنے اعزاز، منصب یا عہدہ سے ناجائز مفاد اٹھانا ایک معمول بن چکا ہے۔ اس سلسلہ میں قطعاً احتیاط نہیں برتی جاتی۔ جس کی وجہ سے اس میں بعض نیک نفس افسر بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔ البتہ معدودے چند افسر ایسے ضرور مل جاتے ہیں۔ جو چھوٹی چھوٹی باتوں کا بھی خیال رکھتے ہیں اور ان سے اپنا دامن بچاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ صغیرہ گناہ ایک دن جمع ہو کر کبیرہ گناہوں سے بھی بڑھ جاتے ہیں۔

ناجائز مفاد اکثر مندرجہ ذیل صورتوں میں حاصل کیا جاتا ہے۔

۱۔ سرکاری اموال از قسم سٹیشنری۔ مشینری۔ اجناس۔ ادویات۔ فرنیچر۔ کراکری

وغیرہ یا دیگر جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کو ذاتی مصرف میں لانا اور دوستوں عزیزوں یا رشتہ داروں کو اس سے مستفید و مستفیض کرنا۔ اس غرض کے لئے نظارت برانچ چشمہ فیض کی حیثیت رکھتی ہے جس کے ذریعہ ذاتی استعمال کی اکثر چیزیں سرکاری خرچ سے منگائی جاتی ہیں۔

(۲) دفتری اوقات میں سرکاری کام کے دوران میں ذاتی کام کرنا۔ جیسے دوستوں سے ملاقاتیں کرنا۔ نجی خطوط لکھنا۔ خوش گپیوں میں مصروف رہنا۔ اخبار پڑھتے رہنا۔ یا کسی نجی کام کے لئے دفتر سے اٹھ کر باہر چلے جانا۔ اور اہل مقدمات یا اہل غرض لوگوں کو ناحق عذابِ انتظار میں مبتلا رکھنا یا انہیں دفتر کے مقررہ اوقات کے بعد تک بٹھائے رکھنا۔

(۳) راتوں کو کلبوں میں جوا کھیلتے رہنا یا فرمائشاً یا تحفتہً آئی ہوئی حسین لڑکیوں کے ساتھ عیش و تفریح میں مصروف رہنے کی وجہ سے گھر اور پھر دفتر میں بہت دیر سے پہنچنا۔

(۴) سرکاری دوروں کے دوران میں اہل غرض کی سواری اور خوراک استعمال کرنا۔ اور خزانہ سرکار سے اس کا بل وصول کر لینا۔ اور تحائف کی وصولی کے لئے بیگم اور بچوں کو دورہ پر ساتھ رکھنا۔

(۵) کارِ سرکار کے سلسلہ میں دانستہ کم درجہ میں سفر کرنا۔ اور واجب اونچے درجہ کا کرایہ وصول کرنا۔

(۶) رخصت پر جاتے وقت اپنی حدودِ اختیار کے آخری مقام پہ دانستہ دو
رکھنا۔ وہاں تک سرکاری خرچ پر سفر کرنا اور اپنا ذاتی کرایہ بچا لینا۔ او
اس سے آگے اپنے خرچ پر سفر جاری رکھنا۔

(۷) اپنے ماتحت سرکاری یا نیم سرکاری اداروں سے ذاتی ضروریات کے
لئے ماشکی۔ بیلدار۔ مہتر۔ ڈرائیور۔ پیادے۔ دفتری۔ چپڑاسی وغیرہ منگاکر
ان سے اپنی کوٹھیوں۔ زمینوں۔ باغوں میں کام کرانا اور نجی ملازموں کی
تنخواہ بچانا۔

(۸) اپنے منصب یا عہدہ کی بالادستی کی بنا پر زیر دست افسروں اور ملازمو
کو ناحق ڈرا دھمکا کر ناجائز مفاد اٹھانا۔ جیسے بعض اینٹی کرپشن والوں کی
عادت ہے۔

(۹) اپنے ہمعصر ملازمان یا افسران سے روزمرہ کے استعمال کی ایسی چیزوں کی
فرمائش کرنا۔ جو بازار سے بآسانی خریدی جا سکتی ہوں۔ اور ان کی قیمت
ادا نہ کرنا۔

(۱۰) اپنے ماتحت افسران یا ملازمان سے ذاتی تعلقات کی بنا پر ناجائز
کام کرانا۔ یا بلا استحقاق مراعات حاصل کرنا۔

(۱۱) شمع اقتدار کے پروانوں سے اپنی بیگم یا بچوں کی زبانی فرمائش کرا کر ضر
کی چیزیں مفت منگاتے رہنا۔ یا جن لوگوں سے روزمرہ کے کاروبا

کے سلسلہ میں واسطہ رہتا ہو۔ جیسے مجسٹریٹ جج اور وکلاء یا اساتذہ اور طلبا ان سے وقتاً فوقتاً موٹروں۔ پنکھوں یا دیگر چیزوں کی فرمائش کرتے رہنا۔

(۱۲) اہل غرض کی دعوتیں۔ پارٹیاں۔ ہدیے اور تحفے قبول کرنا۔

(۱۳) دفتر کے لئے ایسی بلڈنگ کو ترجیح دینا۔ جس کے ساتھ ہی رہائش کا بھی انتظام ہو۔ یعنی OFFICE CUM RESIDENCE ہو۔ تاکہ چھ گھنٹے وہ سرکاری استعمال اور اٹھارہ گھنٹے ذاتی استعمال میں رہے۔ اور کرایہ بھی ایک تہائی یا چوتھائی دینا پڑے۔ اور اس کے ساتھ ہی بجلی۔ مہتر۔ چوکیدار مالی وغیرہ مفت۔ کوٹھی کا باغیچہ مفت اور اس کے اندر جتنی اجناس از قسم گندم۔ گھاس۔ کپاس۔ سبزیاں وغیرہ کی پیداوار ہو۔ وہ بھی مفت۔ جس سے بہت سارے ذاتی یا خانگی اخراجات کی بچت رہتی ہے۔

غرض کہ اپنے منصب یا عہدہ سے ایسا ناجائز مفاد اٹھانا۔ جو صاحب منصب عہدہ نہ ہونے کی وجہ سے حاصل ہونا ممکن نہ تھا۔

## مشاہرہ غداری کی صورتیں

غدار بہت بڑے بیوفا کو کہتے ہیں قواعد۔ شرائط یا معاہدۂ ملازمت کی رو سے ہر سرکاری یا نیم سرکاری ادارے کے ملازم پر لازم آتا ہے کہ

(۱) وہ حکومت کے قوانین اور احکام کی پابندی کرے۔

(۲) حکومت کے وقار اور مفاد کا تحفظ کرے۔

(۳) اور خود کو اس کی رعایا کا خادم ثابت کرے۔

اگر وہ ان شرائط ملازمت کی پابندی کی بجائے خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ اپنی حکومت کا وفادار نہیں رہتا۔ اور اگر وہ اس سے بھی تجاوز کرتا ہے اور حکومت کے مفاد کے خلاف سرگرم عمل رہتا ہے۔ تو وہ غدار بن جاتا ہے مثلاً مقررہ مشاہرہ یا بالمقطع معاوضہ کے عوض :-

(۱) حکومت کی مخالف جماعتوں کو حکومت کی خفیہ کارروائیوں سے باخبر رکھنا۔

(۲) غیر ملکی حکومتوں کے ایجنٹوں یا سفیروں کو حکومت کے رازہائے سربستہ پہنچانا۔

(۳) تخریبی نکتہ چینی سے حکومت کے خلاف نفرت پھیلانا اور بد اعتمادی کے جذبات ابھارنا۔

(۴) حکومت کے اموال یا خوراک و اسلحہ کے ذخائر کو نقصان پہنچانا۔

(۵) تجارتی صنعتی اداروں کے مالکوں منیجروں سے سازباز کر کے ان کو صحیح آمدنی چھپانے میں مدد دینا۔ اور اس پہ واجب سرکاری ٹیکس بچا کر آپس میں تقسیم کر لینا اور اس طرح حکومت کو جائز آمدنی سے محروم کرنا۔

چنانچہ بعض فرموں کے حساب خود ٹیکس ڈیپارٹمنٹ کے ملازمین تیار کرتے ہیں۔ اور ان کے افسران انہیں بلا چون وچرا قبول کرتے ہیں۔

## رشوت کا دروازہ

جس طرح قوم کی عمارت افراد سے تیار ہوتی ہے ۔ اسی طرح حکومت کا قصر حکام اور ملازمان سے تیار ہوتا ہے ۔ ملت و حکومت کی عظمت و رفعت اور جاہ و جلال کا تمام تر دارومدار اس کے افراد حکام اور ملازمان پر ہوتا ہے ۔ اگر وہ صاحبِ کردار اور صاحبِ اخلاص ہوں گے ۔ تو وہ اس قوم یا حکومت کی نیک نامی اور سربلندی کا باعث ہوں گے ۔ اور اگر وہ کم ظرف ۔ خود غرض اور ناعاقبت اندیش ہوئے ۔ تو ملت و حکومت کی ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے ۔ اسی لئے اسلام نے حکام کی تقرری کے لئے اہلیت و صلاحیت کو شرطِ اولین قرار دیا ہے ۔ کیونکہ عہدے امانت ہیں ۔ اور ان کو نا اہلوں کے سپرد کرنا خیانت ہے اور خیانت کی سخت ممانعت ہے :-

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللّٰهَ | اے ایمان والو! اللہ اور اس کے |
| وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَاتِكُمْ | رسول سے خیانت نہ کرو !! کیا تم |
| وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ | یہ جان کر بھی امانتوں میں خیانت کرو گے |

خیانت کا محل نفس ہے ۔ جونہی وہ طمع و لالچ میں آئے گا ۔ بد دیانتی شروع کر دے گا ۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حکام کی تقرری کے لئے لازمی قرار دیا ۔ کہ حاکم اسے مقرر کیا جائے :-

" جس کا نفس طمع کی طرف مائل نہ ہو "

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فیصلہ تھا کہ ملازم ایسا رکھا جائے کہ جو:-

"لالچ سے پاک ہو۔"

ملازمت کی دوسری شرط اہلیت ہے۔ کہ عہدہ سب سے زیادہ اہل کے سپرد کیا جائے۔ اگر پورا پورا اہل دستیاب نہ ہو۔ یا زیادہ اہل موجود ہوں۔ تو ان میں سے جو بہتر ہو۔ اسے چن لیا جائے۔ حاکم نے اپنی صحیح میں یہ روایت درج کی ہے کہ:

"جس صاحبِ اقتدار نے مسلمانوں کے کسی کام پر کسی شخص کا تقرر کیا۔ حالانکہ اس سے زیادہ صلاحیت رکھنے والا شخص موجود تھا۔ تو اس نے خدا۔ اس کے رسولؐ اور مسلمانوں۔ سب سے خیانت کی۔"

امام تیمیہؒ لکھتے ہیں:-

"اگر زیادہ حقدار۔ زیادہ اہلیت رکھنے والے کو فراموش کر کے کسی دوسرے شخص کا رشتہ دار ہونے یا ہم مذہب ہونے یا ہم وطن ہونے اور ہم مشرب ہونے یا ہم جنس (ملکی، عربی۔ فارسی۔ ترکی رومی وغیرہ ہونے یا کچھ رشوتِ مال لے لینے یا کسی بھی نفع وغیرہ حاصل کرنے یا اہل اور حقدار سے کینہ کپٹ رکھنے۔ یا کھلی دشمنی کی وجہ سے تقرر کر لیا جائے۔ تو اس نے اللہ سے۔ اس کے رسول

سے اور مومنوں سے خیانت کی۔ اور اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے تحت آگیا کہ ـــــــ اے مسلمانو! اللہ اور اس کے رسولوں سے خیانت نہ کرو!! کیا یہ جان کر بھی تم امانتوں میں خیانت کروگے؟"

نظام حکومت میں خرابیوں کی بنیاد غلط بخشیوں غلط تقرریوں اور ناحق سفارشوں سے پڑتی ہے۔ انہی سے رشوت کا باب کھلتا ہے۔ یہی بنیادی خرابیاں حکومت اور عوام کو پریشان کرتی ہیں۔ انہی کی وجہ سے معاشرہ میں روز بروز ہیجان واضطراب بڑھتا ہے۔ اس لئے غلط بنیاد رکھ کر صحیح نتائج کی توقع رکھنا پرلے درجہ کی دلفریبی اور خوش فہمی ہے۔

**رشوت کا سبب** رشوت ستانی کے بظاہر خواہ کتنے ہی سبب نظر آئیں۔ مگر اس کا بنیادی سبب ایک ـــ اور فقط ایک ـــ ہے:۔

### معیار زندگی کا غلط تصوّر

پہلے زمانہ میں معیار زندگی روحانی تھا۔ اس کی بنیاد نیکی اور تقویٰ پر تھی۔ معاشرہ میں وہی معزز ومحترم سمجھا جاتا تھا۔ جو صاحب اخلاق وکردار ہوتا تھا پیکرِ امانت و دیانت ہوتا تھا۔ مگر مغربی تہذیب نے ساری روحانی قدریں بدل دی ہیں۔ اب معیارِ زندگی روحانی نہیں رہا۔ سراسر مادی بن گیا ہے۔ جس کی وجہ سے آجکل معاشرہ میں، سرکار، دربار میں صرف اسے ہی معزز ومکرم سمجھا

جاتا ہے۔ جو سرمایہ دار ہو۔ خواہ اخلاقی لحاظ سے وُہ کتنا ہی "غریب" کیوں نہ ہو صاحب امانت و دیانت کو نااہل اور نالائق تصور کیا جاتا ہے۔ اس لئے اب ہر شخص امیر بننا چاہتا ہے۔ موٹر اور بنگلہ چاہتا ہے۔ کیش (CASH) اور عیش چاہتا ہے۔ جو امیر ہیں وُہ امیر تر اور جو امیر تر ہیں وہ امیر ترین بننے میں کوشاں ہیں۔ اور وُہ بھی جلد از جلد ـــــ اور بلا تاخیر!!! ۔ جب وُہ اس کے لئے جائز وسائل کو ناکافی پاتے ہیں۔ تو پھر ناجائز ذرائع و وسائل یعنی رشوت ستانی۔ ذخیرہ اندوزی۔ چور بازاری۔ قمار بازی اور ملاوٹ کا کاروبار شروع کر دیتے ہیں۔ تاکہ دنوں میں ـــــ وارے نیارے ـــــ ہو جائیں۔ اسی تگ و دو میں وُہ اپنا سکون و اطمینان لٹا بیٹھتے ہیں۔ اور بے چینی اور اضطراب کا شکار بن جاتے ہیں

رشوت ستانی کے جواز میں جو طبقہ تنخواہ کی کمی کا عذر پیش کرتا ہے۔ اسکی تردید شاکی طبقہ سے کم تنخواہ پانے والوں کے صبر و قناعت اعتدال و استقلال اور سکون و اطمینان سے ہوتی ہے۔ اگر رشوت ستانی کی وجہ تنخواہ کی کمی ہوتی۔ تو پھر بڑی بڑی تنخواہ پانے والے افسران رشوت نہ لیتے۔ مگر اب تو قومی اسمبلی کے ایک معزز رکن کے قول کے مُطابق :-

" رشوت غریب کلرکوں کے گھروں میں نہیں۔ بلکہ شاندار بنگلوں اور بڑے بڑے افسروں میں براجمان ہے۔ ایک زمانہ تھا۔ جب شاذ و نادر ہی کوئی بڑا افسر رشوت خور ہوتا تھا۔ لیکن اب ایماندار افسر تلاش کرنا مشکل ہے"۔ (منقول از نوائے وقت

یہ واقعات اس بات کے شاہد عدل ہیں کہ رشوت ستانی کا سبب تنخواہ یا روزگار کی کمی بیشی نہیں۔ بلکہ حب مال و زر ہے۔ جس کی وجہ سے ہر چھوٹا بڑے کو حسد کی نگاہ سے اور ہر غریب۔ امیر کو رشک کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اور سب کے دل و دماغ میں امارت و ثروت کا خبط سمایا ہوا ہے۔ معاشرہ میں اس وقت جو امیر و غریب۔ شاہ و گدا۔ حاکم و محکوم وغیرہ کا فرق نظر آ رہا ہے وہ بالکل طبعی اور فطری ہے۔ اگر بفرض محال ناجائز ذرائع و وسائل سے یہ فرق مدارج و مراتب مٹا دیا جائے۔ اور ایک بے طبقات معاشرہ (CLASSLESS SOCIETY) وجود میں آجائے۔ جس میں سب امیر ہی امیر اور سرمایہ دار ہی سرمایہ دار ہوں اور مزدور۔ موچی۔ پاولی۔ بھنگی۔ دھوبی۔ نائی۔ نانبائی۔ کا وجود ہی نظر نہ آئے اور کسی کو کوئی کام کرنے والا نہ ملے تو زندگی کی گاڑی چلنے سے رک جائے۔ قصر امارت و وجاہت بے سہارا ہو کر گر جائے اور نظم کائنات درہم برہم ہو جائے۔ اسی لئے حکیم مطلق اور خالق کائنات نے اپنے نظام تکوینی کی بنیاد عدم مساوات پر رکھی ہے۔ تاکہ زندگی کی گاڑی چلانے میں ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاتا رہے۔

| | |
|---|---|
| وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ | ہم نے ایک کو دوسرے پر فوقیت |
| بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِيَتَّخِذَ | دے رکھی ہے تاکہ ایک دوسرے سے |
| بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا (زخرف ۳۲/۲۵) | کام لیتا رہے۔ |

اس لئے ہر شخص کا امیر بن جانا فطرۃً ناممکن ہے ۔ حقیقی دولت۔ راحتؕ اطمینان ہے ۔ اور اسی کی خاطر ہر شخص جائز و ناجائز ذرائع و وسائل اختیار کرتا ہے ۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ صرف امیر کبیر بن جانے سے بھی یہ دولتِ راحت و آرام نصیب نہیں ہوتی ۔ جس پر آج مغرب و مشرق کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک شاہدِ عدل ہیں ۔ امریکہ اور جاپان کی امارت و ثروت آج ضرب المثل ہے ۔ مگر جائز وسائل سے سیم و زر کے ہمالیہ پر پہنچ جانے کے باوجود بھی انہیں قلبی سکون و اطمینان نصیب نہیں ۔ اسی لئے دنیا کے کم ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں ان دونوں ملکوں میں خودکشی کی سب سے زیادہ وارداتیں ہوتی ہیں اور خودکشی کرنے والے غریب نہیں ہوتے ۔ بلکہ امیر کبیر ہوتے ہیں ۔ اور بعض تو اتنے امیر ہوتے ہیں کہ ان کی دولت کا شمار نہیں ہوتا ۔ اسلئے دولتِ راحت و اطمینان اطاعت ربّانی سے حاصل ہوتی ہے ۔ سیم و زر کی فراوانی سے حاصل نہیں ہوتی ۔

## رشوت کی حرمت

حق تعالیٰ ہر حال میں اپنی مخلوق کی اسی طرح بہتری چاہتے ہیں جس طرح ہر انسان اپنی اولاد کی بہتری کے لئے فکرمند رہتا ہے ۔ باری تعالیٰ کسی قیمت پر بھی نہیں چاہتے کہ انسان کو دنیا، آخرت یا دونوں میں کوئی تکلیف یا پریشانی لاحق ہو ۔ اسی لئے اس نے ہر اس چیز کو انسان کے لئے حلال قرار دیا ہے جو پاکیزہ ۔ عمدہ ۔ لذیذ

اور مفید ہے۔ اور ہر اس چیز کو حرام قرار دیا ہے۔ جو روحانی یا جسمانی لحاظ سے انسان کے لئے مضر یا مہلک ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ان چیزوں اور کاموں کی تفصیل بیان کر دی گئی ہے۔ جن کو حلال یا حرام قرار دیا گیا ہے تاکہ ان کے درمیان امتیاز کرنے میں کسی کو دقت نہ ہو۔ سورہ اعراف میں جن کاموں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ ان کی مختصر مگر جامع فہرست یہ ہے:۔

| | |
|---|---|
| قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ | آپ کہدیجئے کہ میرے پروردگار نے |
| الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا | تمام فحش کاموں کو حرام قرار دیا ہے |
| وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ | ان میں سے (خواہ) جو ظاہر (کئے جاتے) |
| بِغَیْرِ الْحَقِّ وَاَنْ | ہوں۔ اور (خواہ) جو چھپ کر (کئے |
| تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ | جاتے) ہوں۔ اور ہر گناہ کو اور ناحق |
| مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ | کسی پر زیادتی (ظلم) کرنے کو۔ اور |
| سُلْطٰنًا وَّاَنْ | اس کو کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ |
| تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ | جس اللہ نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔ |
| مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ط | اور اسکو کہ تم اللہ کے ذمہ ایسی بات |
| (رکوع ۴) | لگاؤ جس کی تمہارے پاس کوئی سند نہ ہو۔ |

الفواحش میں وہ سب فحش کام آجاتے ہیں جو قوتِ شہوانیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ خواہ وہ علانیہ کئے جائیں یا خفیہ! اسی میں وہ سب چیزیں

بھی آجاتی ہیں ۔ جو فحش کاموں کی ترغیب دیتی ہیں ۔ جیسے سینما ۔ فحش لٹریچر وغیرہ

الاثم میں ہر قسم کے صغیرہ اور کبیرہ گناہ آجاتے ہیں ۔ خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی ۔

البغی میں وہ تمام رذیل خصلتیں آجاتی ہیں جو قوتِ درندگی سے تعلق رکھتی ہیں ۔

بغیر الحق میں زیادتی اور ناحق کے وہ سب کام آجاتے ہیں جو ظلم کی حد تک پہنچتے ہیں ۔

تقولوا میں وہ تمام رذائل آجاتے ہیں جو قوّتِ نطقیہ سے تعلق رکھتے ہیں

غرضکہ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ میں وہ تمام چیزیں اور کام آجاتے ہیں جو عند اللہ ناپسندیدہ ہیں ۔ اور جن سے حق تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ۔ اور جن سے معاشرہ میں خرابی پیدا ہوتی ہے ۔ انہیں حرام چیزوں میں ایک رشوت بھی ہے ۔

## رشوت اور اجماع

قومیں افراد سے بنتی ہیں ۔ افراد کردار سے بنتے ہیں ۔ کردار روحانی اقدار سے بنتے ہیں ۔ کردار سازی کے لئے اسلام نے ایک زریں اصول پیش کیا ہے ۔ کہ جو چیز آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسرے کے لئے تجویز نہ کریں ۔ کیونکہ ایسا کرنا اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ زیادتی اور ظلم کرنا ہے ۔ ع

## ہر کہ بر خود مپسندی بر دیگراں مپسند

اور کوئی انسان یہ نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ ظلم اور زیادتی ہو۔ مگر جب وہ خود ایسا کرنے لگتا ہے۔ تو وہ اس بات کا قطعاً احساس نہیں کرتا۔ کہ اگر ایک لمحہ کے لئے وہ اس شخص کی جگہ کھڑا ہوتا جس سے ظلم اور زیادتی کی جا رہی ہے۔ تو اس وقت اس کے جذبات اور احساسات کیا ہوتے؟

رشوت لینا دوسرے کو ناحق ستانا۔ تنگ اور پریشان کرنا ہے۔ معاشرہ میں فتنہ و فساد پھیلانا ہے۔ اور حکومت کے خلاف لڑائے عام اٹھانا ہے۔ اسی لئے ہر دور میں اسے نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے۔ اور رشوت لینے والے کو معاشرہ کا دشمن سمجھا گیا ہے۔ اس بات پر اجماع امت ہے کہ:

" رشوت کا لینا اور دینا قطعاً حرام ہے۔" (اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم جلد ۶ صہ ۱۲۶)

امام نوویؒ نے اپنی کتاب روضہ میں لکھا ہے کہ

" رشوت کے لین دین میں دلالی کرنے والے کا بھی وہی حکم ہے۔ جو رشوت لینے دینے والے کے متعلق ہے۔"

یعنی وہ بھی حرام کار ہے۔ اور گناہگار ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

" رشوت دینے والے پر۔ رشوت لینے والے پر اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ (دلال) بن کر کام کرے لعنت فرمائی۔" (اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم جلد ۶ صہ ۱۶۵)

## رشوت اور حدود اللہ

حکیم مطلق اور حاکم برحق نے انسان کی فلاح وبہبود، ہدایت و رہنمائی اور معاشرہ کی تطہیر و تعمیر کے لئے جو ضابطے اور قاعدے بنائے ہیں، وہ حدود اللہ کہلاتے ہیں۔ ان کی پوری تشریح اور تفصیل قرآن پاک میں موجود ہے۔ قرآنی ضابطوں کے تحت حلال وحرام کی حد بندی بھی کر دی گئی ہے۔ تاکہ کسی کو ان کی تمیز میں پریشانی نہ ہو۔ اس حد بندی کے ساتھ ہی اس امر کی بھی تاکید فرما دی کہ

كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ (بقرہ ۵)

جو پاک رزق ہم نے تم کو دے رکھا ہے۔ اس میں سے کھاؤ پیو

دوسری آیۂ کریمہ میں اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ اگر تم رزقِ حلال پر اکتفا نہ کرو گے۔ اور حرام کی طرف رجوع کرو گے تو یہ شیطان کا اتباع ہوگا

كُلُوا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْۗءِ وَالْفَحْشَاۗءِ (بقرہ ۲)

زمین پر جو کچھ حلال اور پاکیزہ چیزیں موجود ہیں۔ ان میں سے کھاؤ پیو اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ وہ تمہارا صریحاً دشمن ہے وہ تمہیں (ہمیشہ) برے اور بے حیائی کے کاموں کا حکم دیتا ہے۔

اور انسان کو حرام کھانے کا عادی بنا کر اس کی دُنیا و عاقبت خراب کرتا ہے اور حرام خوری پر وعید بھی سنادی کہ

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ج وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى (طٰہٰ ۱۲/۱۴)

ہم نے تم کو جو حلال چیزیں دی ہیں ان میں سے کھایا کرو۔ اور اس بات میں حد سے نہ گزرو۔ ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوگا۔ اور جس پر میرا غضب نازل ہوا وُہ یقیناً گیا گزرا ہوا۔

گویا رشوت کھانا حدود اللہ کو توڑنا غضبِ الٰہی کو دعوت دینا۔ اپنی ذات۔ اپنی اولاد اور اپنی نسل پر ظلم کرتا ہے۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (بقرہ ۱۳/۲)

جو کوئی اللہ کی مقرر کردہ حدود سے باہر نکلے گا۔ سو ایسے لوگ اپنے حق میں ظالم ہیں

مادی مشینری اس وقت ہی صحیح طور پر کام کر سکتی ہے جب کہ اس کا ہر چھوٹا بڑا پرزہ بلکہ پیچ صحیح حالت میں ہو۔ ورنہ اس کا معمولی سا نقص اس کی کارکردگی کو بُری طرح متاثر کرتا ہے۔ اور وُہ بیکار ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہی حالت شریعت کی ہے۔ کہ احکام شرعی کا خفیف سے خفیف جزئیہ بھی اپنے مقام پر بے بدل اور بہت بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اسے ناقابل التفات

سمجھ کر ترک نہیں کرنا چاہیئے۔ ورنہ اس سے روحانی مشینری میں گڑبڑ پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے نتائج بہت مہلک اور دوررس ثابت ہوتے ہیں۔

## طلب حلال وحرام

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق:۔

طَلَبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُؤْمِنٍ — حلال کو طلب کرنا، ہر مسلمان کا فرض ہے

لیکن آجکل یہ حالت ہے کہ لوگ صُبح کو جب حصُولِ روزگار کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں۔ تو اسی وقت حلال وحرام کا انتخاب کرکے نکلتے ہیں۔ جو دُنیا و آخرت کی بہتری چاہتے ہیں۔ وہ رزق حلال کی فکر کرتے ہیں اور جو حرام کے خواہاں ہوتے ہیں۔ وہ رشوت۔ سود۔ جوا۔ چوربازاری۔ ذخیرہ اندوزی۔ ملاوٹ ایسے ناجائز کاروبار کے ذریعہ دولت سمیٹنے کی فکر کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے متعلق مخبر صادق آج سے پونے چودہ سو سال قبل فرما گئے تھے کہ:۔

"صُبح کو نکلنے والے لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک صبح کو نکلنے والے اپنی جان کو (ہلاکت سے) چھڑانے والوں میں سے ہیں اور دوسرے اسکو ہلاک کرنے والے ہیں۔" (ترمذی)

کیونکہ حرام کی آمدنی دُنیا و آخرت دونوں میں لعنت اور ہلاکت کا موجب

ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

" جو شخص حرام کا مال کماتا ہے۔ اس میں برکت نہیں دی جاتی۔ اس کا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔ اور جو کچھ وہ پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ اس کے لیے دوزخ کا ایندھن بنا دیا جاتا ہے" (کنز العمال)

اب تو نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ طلب حلال کی بجائے عام طور پر لوگ حلال و حرام میں تمیز کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے۔ اور ہر اس چیز کو حلال تصور کرتے ہیں جو ان کے لیے حظِ نفس کا سامان پیدا کرے۔ اس دور کی بھی حضور ان الفاظ میں خبر دے گئے کہ:۔

| | |
|---|---|
| يَاتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ | لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا |
| لَا يُبَالِي الْمَرْءُ مَا اَخَذَ | کہ آدمی پرواہی نہ کرے گا۔ کہ وہ کیا |
| اَمِنَ الْحَلَالِ اَمْ مِنَ الْحَرَامِ | لے رہا ہے! حلال سے!! |
| (بخاری شریف) | یا حرام سے!!! |

یہ اسی امتیاز کے اٹھ جانے کا نتیجہ ہے کہ آج رشوت کو رزق کا درجہ حاصل ہو گیا ہے۔ یہ احادیث منکرینِ احادیث کے لیے بھی سرمۂ بصیرت کا درجہ رکھتی ہیں۔ جن کی صداقت پر دورِ حاضر کے حالات شہادت دے رہے ہیں۔

## رشوت کی ممانعت

حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں مندرجہ ذیل بلیغ و جامع الفاظ میں رشوت کی ممانعت فرمائی ہے۔

وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بقرہ ۲۳)

اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے نہ کھاؤ۔ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ۔ کہ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصّہ تم گناہ سے کھا جاؤ درآنحالانکہ تم جان رہے ہو (کہ تم ناحق اور زیادتی پر ہو)

روح المعانی اور تفسیر ماجدی کی رو سے :-

" اکل، یہاں لفظی معنی میں نہیں۔ یعنی صرف "کھانا" مراد نہیں بلکہ کسی طرح بھی اپنے تصرّف میں لے آنا ہے اُردو میں محاورہ بھی ایسے موقعہ پر بولتے ہیں کہ فلاں صاحب روپیہ کھا گئے یا رقم ہضم کر گئے اور بالباطل سے ہر ناجائز طریق مراد ہے ..... وہ مالِ (حلال) بھی باطل ہی کے حکم میں آجاتا ہے۔ جو اس مال کے مالک سے، اس کی خوش دلی کے بغیر حاصل کیا جائے۔ گو مالک اسے خوشی سے بھی دے رہا ہو۔ لیکن شریعت نے اس مد کو ناجائز

قرار دیا ہو۔" (جلد ا صد ۲)

عام طور پر مشہور ہے کہ اپنا حق وصول کرنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ اگر کوئی کسی کا حق ادا نہیں کر رہا۔ یا اس پر ظلم اور زیادتی کر رہا ہے اور کچھ ادا کئے بغیر نجات ممکن نہیں۔ تو ایسی مجبوری کے عالم میں اسے اپنا جائز حق وصول کرنے کے لئے جو کچھ دیا جائے گا۔ وہ بھی رشوت ہو گی۔ لیکن ایسی رشوت دینے والا معذور سمجھا جائے گا۔ مگر رشوت لینے والا بدستور حرام کا مرتکب ہو گا۔ دینے والے کی معذوری سے رشوت کا جواز پیدا نہیں ہو گا۔ اور نہ اس کی حرمت میں کوئی فرق آئے گا۔

تفسیر خازن کی رو سے ظلم کرنا۔ چوری کرنا۔ ڈاکہ ڈالنا۔ رہزنی کرنا۔ جوا کھیلنا۔ گانے بجانے کو ذریعہ روزگار بنانا۔ لہو ولعب کے کھیل (جیسے سینما وغیرہ) دکھلانا۔ رشوت لینا۔ جھوٹی گواہی دینا۔ جعلی دستاویزات تیار کرنا۔ دروغ حلفی کرنا۔ حاکموں کو نذر، نذرانے اور ہدیے و تحفے پہنچانا۔ ان کی دعوتیں کرنا۔ اور امانت میں خیانت کرنا۔ خواہ مسلم سے یا غیر مسلم یا کافر سے، سب "ناجائز طریق" کی تعریف میں آتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں خصوصیت کے ساتھ سماجی برائیوں کے انسداد کا جو زریں اصول بیان کیا گیا ہے۔ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے مفکر اسلام مفسر قرآن مولانا عبد الماجد دریابادی لکھتے ہیں:۔

" اسلامی حکومت قائم ہونا - اور اسلام کے سارے قانون دیوانی و فوجداری کا نافذ ہونا تو خیر بڑی چیز ہے - قرآن کریم کی صرف اسی آیت پر اگر آج عملدرآمد ہو جائے - تو جھوٹے دعووں - جعلی کاغذات جھوٹی گواہیوں - جھوٹے حلف ناموں - اہلکاروں اور عہدہ داروں کی رشوتوں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ احکام کی خدمت میں نذر، نذرانوں قیمتی ڈالیوں، شاندار دعوتوں کا وجود ہی باقی نہ رہے" (تفسیر ماجدی جلد ا صـ۳)

جس کا مغربی مفکر ڈاکٹر رابرٹ، رابرٹس نے ان الفاظ میں اعتراف کیا ہے :-

" یہ آیت اس امر کی شہادت مزید ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنے پیروؤں میں کتنی تاکید باہمی حسن معاملت کے باب میں کی ہے -" (سوشل لاز آف دی قرآن صـ۱۰۸)

**رشوت، اور رزق** بحیثیت خالق، حق تعالےٰ ہی اپنے بندوں کی مصلحتوں - حکمتوں - صلاحیتوں اور استعدادوں کے جاننے اور ان کے احوال و اعمال پر نظر رکھنے والا ہے - وہی دولت کے فوائد اور اس کے مفاسد کو ہم سے زیادہ بہتر جانتا ہے - اسی لئے اس نے اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق ہر انسان کا رزق مقرر کر رکھا ہے

| | |
|---|---|
| يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ (شوریٰ ۲/۲۵) | جس کو چاہتا ہے - زیادہ روزی دیتا ہے اور (جسکو چاہتا ہے) کم دیتا ہے |

اس نے رزق کی کمی بیشی حالات اور ماحول پر موقوف نہیں رکھی، بلکہ اپنی رضی و مشیت کے مطابق اپنے ہاتھ میں رکھی ہے۔ کسی کو امیر کبیر بنا دیا ہے اور کسی کو غریب اور کنگال۔ جسطرح مدارج و مراتب میں بعض کو بعض پر فوقیت دی ہے۔ اسی طرح رزق کی تقسیم میں بھی عدم مساوات رکھی ہے اور اس میں بھی بعض کو بعض پر فضیلت دے دی ہے۔

| | |
|---|---|
| وَاللّٰہُ فَضَّلَ بَعْضَکُمْ عَلٰی بَعْضٍ فِی الرِّزْقِ (النحل ۷۱) | اللہ نے رزق میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ |

لیکن جس کی قسمت میں جتنا رزق لکھ دیا ہے۔ اسے اس سے کم و بیش نہیں ملتا۔ خواہ وہ جتنے بھی جتن کرے۔ اور جب تک اپنا رزق پورا وصول نہیں کر لیتا۔ اس پر زندگی کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّ نَفْسًا لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ اَجَلَھَا وَ تَسْتَوْعِبَ رِزْقَھَا فَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ وَلَا یَحْمِلَنَّ اَحَدَکُمْ اِسْتِبْطَاءُ الرِّزْقِ اَنْ یَّطْلُبَہٗ بِمَعْصِیَۃٍ | کوئی جان مر نہیں سکتی جب تک اپنی زندگی اور اپنا رزق پورا نہ کرے۔ اسلئے تم طلب رزق میں اختصار کرو۔ اور رزق کی دیر تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم رزق کو گناہ کے ذریعہ طلب کرنے لگو۔ جو رزق |

فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَایُنَالُ مَاعِنْدَہٗ اِلَّا بِطَاعَةِ (کنزالعمال) — اللہ کے پاس ہے۔ وہ طاعت سے ہی حاصل کیا جا سکتا ہے

طلب رزق میں اختصار کرنا یہ ہے کہ انسان صرف حصولِ زر کو ہی مقصود زندگی نہ بنائے۔ اپنا سارا وقت، ساری عقل و فکر اور ساری قوتیں دولت جمع کرنے پر ہی صرف نہ کرے۔ بلکہ حقوق اللہ۔ حقوق العباد اور حقوق جان کا بھی خیال رکھے۔ کسبِ حلال سے جو کچھ مل جائے۔ اسی پر ہی اکتفا کرے۔ اور آمدنی سے خرچ نہ بڑھائے۔

گناہ کے ذریعہ رزق طلب کرنا یہ ہے کہ جائز اور حلال ذرائع سے ملنے والے رزق کو ناکافی سمجھے۔ حدود اللہ کا احترام نہ کرتے ہوئے دولت سمیٹنے کے لئے عجلت سے کام لے اور بے حوصلہ ہو کر رشوت۔ ملاوٹ۔ سود۔ قمار بازی۔ ذخیرہ اندوزی اور چور بازاری ایسے ناجائز وسائل اختیار کرے

طاعت کے ذریعہ رزق طلب کرنا یہ ہے۔ کہ خدا کی رزاقیت و ربوبیت پر پورا ایمان و ایقان رکھے۔ اطاعت و عبادت کو مقصود زندگی بنائے ہر حال میں احکام الٰہی کی پابندی کرے۔ کسبِ معاش کے لئے ناجائز اور حرام وسائل اختیار نہ کرے۔ اور جائز اور حلال ذرائع سے جو کچھ ملتا رہے۔ اسی پر صبر و شکر کرتا رہے۔ اس طرح جو رزق کمائے گا۔ وہ بڑا بابرکت ہو گا۔ اور وہی دنیا و آخرت کی بہتری کا ضامن ہو گا۔

جہاں تک رزق کے تعین کا تعلق ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اور جہاں تک مقررہ رزق کی وصولی کا تعلق ہے۔ وہ انسان کے ہاتھ میں ہے کہ اسے جائز اور حلال طریقوں سے وصول کرے یا ناجائز اور حرام ذریعوں سے حاصل کرے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ایک دفعہ اپنا گھوڑا مسجد کے باہر ایک شخص کی نگرانی میں کھڑا کر گئے۔ جب نماز پڑھ کر واپس تشریف لائے۔ تو زین اور نگران دونوں غائب پائے۔ آپ بازار کی طرف چل دئے۔ ایک کباڑی کی دکان پر اپنی زین موجود پائی۔ دریافت پہ معلوم ہوا کہ وہ نگران اسے چوری کرنے کے بعد دو درہم میں فروخت کر گیا ہے۔ یہ سن کر فرمایا:۔

"افسوس۔ میں نے بھی اسے نگرانی کی اجرت میں دو ہی درہم دینے کا دل میں فیصلہ کر رکھا تھا۔ مگر اس نے جلدی کی۔ جو دو درہم اسے حلال کے ملنے تھے۔ وہ اس نے حرام کے ذریعے کمائے۔ اور چوری کا وبال الگ خریدا۔"

اگر انسان جلد بازی میں حرام کی طرف التفات نہ کرے اور حلال کی ہی فکر میں رہے۔ تو حق تعالےٰ اسے ایسے ذرائع سے رزق پہنچاتا ہے۔ جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ رشوت سے مال زیادہ ہو جاتا ہے۔ گو بظاہر ایسا

ہی نظر آتا ہے۔ مگر اس کثرت میں برکت نہیں ہوتی۔ وہ جتنی کثرت سے آتا ہے۔ اتنی ہی جلدی وُہ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اور اپنے پیچھے مضر و مہلک اثرات چھوڑ جاتا ہے۔ جیسے جسم متورم ہو جاتا ہے۔ یا کسی اندرونی بیماری ریاح وغیرہ سے پھول جاتا ہے۔ تو اس کی ساری چستی اور پھرتی نکل جاتی ہے۔ دیکھنے میں وہ سب پر بھاری نظر آتا ہے۔ مگر کام کرنے میں وہ دوسروں کے مقابلہ میں نکما نکلتا ہے۔ اسی طرح جو مال رشوت۔ چوری۔ ڈاکہ۔ سود۔ قمار۔ ملاوٹ وغیرہ ایسے ناجائز اور حرام ذرائع سے آتا ہے وُہ بے برکت ہونے کی وجہ سے اکثر عیش و عشرت یا بیماری و مصیبت کے راستہ زود یا بدیر خرچ ہو جاتا ہے۔ پاس کچھ نہیں رہتا۔ اگر وُہ جمع بھی ہو جاتا ہے۔ تو اسکے بعد ترکہ میں جسے ملتا ہے۔ اسکے ہاتھ سے اسی صورت میں نکل جاتا ہے۔ کیونکہ جس طرح پانی نشیب کی طرف بہتا ہے۔ اسی طرح حرام کے مال نے بھی حرام کے راستے ہی خرچ ہونا ہوتا ہے۔ اگر وہ کچھ اچھے کاموں پر بھی لگ جائے۔ تو اس کا اجر و ثواب نہیں ملتا۔ غرضکہ ایسی کمائی والا خسارہ ہی خسارہ میں رہتا ہے۔

## رشوت اور مشیّت

بعض لوگ دل کی تسلی کے لئے یہ کہتے رہتے ہیں کہ کیا کریں۔ اللہ نے ہمیں اسی راستہ سے رزق پہنچانا ہو گا۔ کیونکہ اس کی مشیّت کے بغیر تو ایک پتّہ بھی نہیں ہل سکتا۔ اس لئے یہ جو کچھ حرام کے راستہ سے آرہا ہے۔ اسی کے ارادہ اور مشیّت سے آرہا ہے

یہ محض خوش فہمی اور دلفریبی ہے۔ مشیئت اور مرضی میں بہت بڑا فرق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ ہوتا ہے اللہ ہی کے ارادہ سے ہوتا ہے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ کہ اس کے ارادہ میں اس کی رضا بھی شامل ہوتی ہے۔ قرآن کریم نے اس سلسلہ میں ایک نہایت ہی جامع اصول بیان کیا ہے کہ :۔

| | |
|---|---|
| مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ | جو کوئی اللہ سے ملنے کی اُمید رکھتا ہو |
| فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۔ وَ | سو اللہ کا وہ مقررہ وقت ضرور ہی آنیوالا |
| هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (عنکبوت ۱) | ہے۔ وہ بڑا سننے اور جاننے والا ہے۔ |

یعنی اللہ ہر ایک کی بات سنتا ہے۔ اور اس کے دل کے ارادے جانتا ہے۔ جو اس کے ساتھ جیسی توقع رکھتا ہے۔ اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کیا جاتا ہے۔ جیسی نیت کرے گا۔ ویسا پھل پائے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :۔

"قیامت کے دن سرمایہ دار کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں لایا جائے گا اور وہ اس سے پوچھیں گے کہ میں نے تجھ پر اتنی فراخی نہیں کی تھی کہ تو کسی کا محتاج نہیں رہا تھا؟۔ وہ کہے گا بیشک اے پروردگار! پھر سوال ہوگا۔ کہ میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا۔ تم نے کیا کیا ؟ کہے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا۔ صدقہ دیتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی اسے جھٹلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کہ تو نے

یہ چاہا تھا۔ کہ لوگ تجھے سخی کہیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یعنی دنیا میں تجھے سخی مشہور کر دیا گیا۔"

اور اس طرح تمہیں تمہارے عمل کا بدلہ دُنیا میں ہی دے دیا گیا۔ اب آخرت میں تمہارے لئے اس سے کچھ حصہ نہیں۔ اسی طرح جو اس دنیا کے عیش و عشرت یا امارت و وجاہت کے لئے مال طلب کرتے ہیں۔ ان کو اسی دُنیا میں حسب طلب ان کے مقررہ رزق سے اکٹھا دے دیا جاتا ہے۔ اور باقی اس کے لئے کچھ نہیں چھوڑا جاتا۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد عالیہ سے ظاہر ہے:۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ھود ۲/۱۲)

جو لوگ دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت چاہتے ہیں۔ ہم ان کے اعمال (کا بدلہ) دنیا میں ان کو پورا کر دیتے ہیں اور (جتنا ان کا مقدر ہوتا ہے) اس سے انہیں کچھ کم نہیں دیا جاتا۔ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں جو کچھ کیا۔ وہ غلط اور باطل تھا۔ اس لئے وہ سب ضبط کر لیا گیا۔ اب آخرت میں ان کے لئے آگ کے سوا کچھ بھی نہیں۔

برے کام کا تو انجام ہی بُرا ہے۔ لیکن جو نیک کام بھی دنیوی اغراض کے تحت کرے گا۔ اور ان کے ذریعہ خدا کی بجائے مخلوق کی خوشنودی حاصل کرنا چاہے گا اس کا وُہ مقصد پورا ہو جائے گا۔ یعنی مخلوق اس سے خوش رہے گی۔ مگر اللہ جلشانہٗ ناراض ہو جائیں گے۔ اس لئے اگر مقررہ رزق رشوت یا دیگر حرام ذرائع کے ذریعہ طلب کیا جائے گا۔ تو وُہ اس کا حق ہونے کی وجہ سے اس کی خواہش کے مُطابق اسی کھاتہ سے اسے مل جائے گا۔ اس میں حق تعالیٰ کی مشیّت تو شامل ہوگی کہ وہ جب تک نہ دے۔ کچھ نہیں مل سکتا۔ مگر اس میں اس کی رضا شامل نہیں ہوگی۔ یعنی وُہ اس کام میں راضی نہیں ہوں گے۔ اس لئے خدُا کی رضا کے خلاف ناجائز طریقوں سے مال و زر کمانا حکمت نہیں حماقت ہے۔

**رشوت اور رشک** نمائش اور ریا کے کاموں سے صرف انسان کی ذات کو ہی نقصان نہیں پہنچتا۔ معاشرہ میں بھی رشک وحسد کے جراثیم پھیلتے ہیں۔ کسی کی نعمت کو دیکھ کر یہ آرزو کرنا کہ جو نعمت خدا نے اسے دی ہے ویسی مجھے بھی مل جائے۔ یہ رشک ہے۔ بشرطیکہ اس میں اس کی نعمت کے چھن جانے کی تمنا نہ ہو۔ اور ایسی تمنا و آرزو جائز ہے اور جہاں صرف دوسرے کی نعمت چھن جانے یا اس سے محروم ہو جانے کی تمنا ہو وُہ حسد ہے اور حرام ہے۔

راشی لوگوں کی زر و دولت۔ ٹھاٹھ باٹھ اور عیش وعشرت کو دیکھ کر اکثر کا دل

للچانے لگتا ہے. کہ اسے بھی کوئی ایسا ذریعہ نصیب ہوتا کہ یہ بھی ان کی طرح سیم وزر سے کھیلنے لگتا. حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں پر رشک کرنے کی ممانعت فرمائی ہے. جو ناجائز اور حرام طریقوں سے مال جمع کرتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا :۔

| | |
|---|---|
| لَا تَغْبِطَنَّ جَامِعَ الْمَالِ مِنْ غَيْرِ حِلِّهِ اَوْقَالَ مِنْ غَيْرِ حَقِّهٖ فَاِنَّهٗ اِنْ تَصَدَّقَ بِهٖ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَمَا بَقِيَ كَانَ زَادَهٗ اِلَى النَّارِ (حاکم) | غیر حلال اور ناحق طریقوں سے مال جمع کرنے والے پر تم رشک مت کرو کیونکہ وہ اگر (اس) مال کو صدقہ کرے تو قبول نہ ہوگا۔ باقی رہا۔ تو جہنم کا توشہ ہوگا۔ |

امام بیہقی نے اسی ضمن میں ایک دوسری حدیث بروایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نقل کی ہے. جس کے یہ الفاظ ہیں :۔

| | |
|---|---|
| وَمَنِ اكْتَسَبَ فِيْهَا مَالاً مِنْ غَيْرِ حِلِّهٖ وَاَنْفَقَهٗ فِيْ غَيْرِ حَقِّهٖ اَحَلَّهُ اللّٰهُ دَارَ الْهَوَانِ | اور جو مال ناجائز اور غیر حلال طریقوں سے کمائیگا۔ اور غیر حق میں صرف کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلت کے گھر میں ڈالیں گے |

ان ارشادات نبوی سے صاف ظاہر ہے. کہ جو مال ناجائز طریق سے حاصل کیا جاتا ہے. وہ موجب وبال ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے مال کو رشک

نظر سے دیکھنا، اپنے لئے وبال و ابتلا کو پسند کرنا ہے۔ مادی دنیا کی آسائشوں اور آرائشوں کو للچاتی ہوئی نظروں سے دیکھنے والوں کو حق تعالیٰ نے کھول کر بتلا دیا ہے کہ لوگوں کا صاحبِ مال و جاہ ہونا۔ ان کے عنداللہ محبوب و مقبول ہونے کی دلیل نہیں۔ بلکہ ان کو تو آزمائش و امتحان کے لئے امیر کبیر بنایا گیا ہے کہ کون ان نعمتوں کے حقوق ادا کرتا ہے۔ اور کون ان کی ناقدری کرتا ہے لہذا

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ (طٰہٰ ۱۳۱)

ان چیزوں کی طرف ہرگز نظر اٹھا کر نہ دیکھئے۔ جن سے ہم نے ان (صاحب ثروت) لوگوں کو ان کی آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے۔ کہ وہ محض دنیوی زندگی کی زینت ہیں۔

## رشوت اور بھیک

رشوت طلب کرنا اور صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے لوگوں کے سامنے گداگروں کی طرح ہاتھ پھیلانا اور منہ ٹیڑھا کرنا۔ بھیک مانگنے کے برابر ہے۔ بھیک مانگنے کی بھی اس کو اجازت ہے۔ جو معذور ہو اور روزگار کمانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اگر معذور کے پاس بھی دو وقت کے کھانے کے پیسے موجود ہیں۔ تو اس کے لئے بھی بھیک مانگنا حرام ہے۔ چہ جائیکہ جن پر ہر طرح اللہ کا فضل ہو۔ وہ لوگوں سے مانگتے پھریں۔ اور عوام و خواص کی نظروں میں ذلیل و رسوا ہوتے

رہیں۔ امام احمدؒ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ کہ تم میں سے کوئی اپنی رسی لے کر پہاڑ پر جائے۔ لکڑیاں چنے۔ پھر ان کو اپنی کمر پہ لاد کر لے آئے۔ اور اس سے کھائے۔ یہ اس کے لئے بہتر ہے۔ کہ لوگوں سے مانگتا پھرے۔ اور یہ بات کہ مٹی لے کر اس کو اپنے منہ میں ڈالا کرے۔ اس سے بہتر ہے کہ اپنے منہ میں وہ چیز ڈالے۔ جس کو اس پر اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔"

## رشوت اور حیلہ سازی

قرآن کریم کی رو سے یہودیوں پر ان کی شرارت کی وجہ سے بطور سزا ہر ناخن دار جانور جس کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں۔ جیسے اونٹ۔ شتر مرغ۔ بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ نیز گائے۔ بکری کی جو چربی پشت پر یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو۔ یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو۔ جیسے گردہ کی چربی ان پر حرام کر دی گئی تھی۔ جس چربی کے حرام ہونے کا حکم دیا گیا تھا۔ وہ گوشت کی شکل میں منجمد تھی۔ اس لئے یہودیوں نے اس حرام کردہ چربی کو حلال بنانے کے لئے اس کی ہیئت بدل دی یعنی اسے پگھلا کر استعمال کرنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ اب جامد کی بجائے سیال بن گئی تھی۔ اس حیلہ سازی سے انہوں نے بزعم خود حرام کو حلال بنا لیا۔ جیسے بعض حیلہ ساز کہتے

ہیں کہ قرآن میں خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کی چربی کو حرام قرار نہیں دیا گیا لہذا خنزیر کی چربی کے استعمال میں کوئی ہرج نہیں۔ اسی طرح بعض لوگ رشوت میں نقد روپیہ لینا تو حرام سمجھتے ہیں۔ مگر حلال مال از قسم گندم۔ گھی۔ گائے۔ بھینس۔ مرغی انڈے وغیرہ وصول کرنے میں گریز نہیں کرتے۔ ہوشیار قسم کے لوگ ان چیزوں سے بھی احتراز کرتے ہیں۔ اور وہ صرف قیمتی اشیاء بطور تحفہ۔ ہدیہ۔ نذر۔ نیاز قبول کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ عیار قسم کے لوگ ان چیزوں کے بھی نزدیک نہیں جاتے۔ جو کچھ لینا ہو۔ خود بالکل نہیں لیتے۔ وہ اپنی بیوی یا بچوں کی ملک کرا دیتے ہیں۔ یعنی ان کو دلا دیتے ہیں۔ اور ان حیلہ بازیوں سے حرام کو حلال بنانے اور اس سے استفادہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسی حیلہ بازیوں یا بہانہ سازیوں سے حرام حلال نہیں بن سکتا۔ مال حلال بھی اگر حرام اغراض کے لئے استعمال کیا جائے۔ تو وہ حرام بن جاتا ہے۔ اور حرام کی ہیئت بدل دینے سے وہ حلال نہیں ہو جاتا۔ اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چربی کی ہیئت بدلنے والے یہودیوں کی بابت فرمایا تھا کہ :-

قَاتَلَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ حُرِّمَتْ عَلَیْھِمُ الشُّحُوْمُ فَجَمَلُوْھَا فَبَاعُوْھَا (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

اللہ یہودیوں کو ہلاک کرے۔ ان پر چربیاں حرام کی گئی تھیں تو انہوں نے ان کو پگھلا لیا اور پھر بیچ کھایا۔

اس مثال اور بد دعا سے حضور نے ان لوگوں کو ہلاکت کی دعید دی ہے جو حرام کو حلال بنا دیتے ہیں ۔ اور انہیں تاکید کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں اس حد تک محتاط رہیں ۔ کہ :۔

| | |
|---|---|
| يَدَعَ مَا لَا بَاسَ بِهِ | حرج والی چیزوں سے بچنے کے لئے |
| حَذَرًا مِمَّا بِهِ بَاسٌ | ان چیزوں کو بھی چھوڑ دیں جن میں |
| (ترمذی) | حرج نہیں ۔ |

مقصد یہ ہے کہ جن چیزوں پر بھی حرام کا شبہ ہو سکتا ہو ۔ ان سے احتراز کرنا چاہیئے ۔ اس لئے بادشاہوں اور اعلیٰ حاکموں کو وہ ہدیے قبول کرنے سے بھی گریز کرنا چاہیئے ۔ جو معمولاً دیئے جاتے ہیں اور جن کے دینے میں گناہ نہ ہوتا ہو ۔ کیونکہ یہ رسم رشوت کے رواج و جواز کی صورت پیدا کر دیتی ہے ۔

## رشوت اور آزمائش

امارت ۔ وجاہت اور ثروت کسی کے عند اللہ محبوب و مقبول ہونے کی علامت نہیں ۔ بلکہ حق تعالیٰ کی طرف سے آزمائش میں ڈال دینے کی علامت ہے ۔

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ | تمہارے اموال اور اولاد بس تمہاری |
| اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (تغابن ۲/۲۸) | آزمائش کے لئے ہیں ۔ |

حق تعالیٰ انسان کو اس آزمائش میں ڈال کر یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ میری دی ہوئی نعمتوں کو میری رضا و خوشنودی کے لئے صرف کرتا ہے یا خواہشات

نفسانی کی تکمیل پر خرچ کرتا ہے۔ ان کو دار الآخرت کے لئے سرمایہ بناتا ہے یا دنیا کی عارضی اور فانی حظوظ و لذات کی نذر کر دیتا ہے۔

اسی طرح مراتب و مدارج یا عہدہ و منصب کا فرق جو بدو فطرت سے قائم رکھا گیا ہے۔ بھی آزمائش و امتحان کے لئے ہے۔ انعام و اکرام کے طور پر نہیں۔

| | |
|---|---|
| وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰكُمْ (انعام پ۸) | تم میں ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا تاکہ تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں آزمائے۔ |

کہ اس نے مسند اختیار و اقتدار سنبھالنے کے بعد حدود اللہ کو قائم رکھنے کی کوشش کی۔ یا اس کو توڑ کر ایک مطلق العنان۔ سرکش و باغی کی طرح اپنے اختیارات سے ناجائز فائدہ اٹھایا۔

کارگاہِ امتحان تیار کرنے کے بعد لوگوں کو بھی تنبیہہ کر دی کہ

| | |
|---|---|
| وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (طٰہٰ پ۱۶) | آپ ہرگز ان چیزوں کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں جن سے ہم نے مختلف طبقوں کو آزمائش کے لئے متمتع کر رکھا ہے۔ کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رونق ہیں۔ اللہ کا دیا ہوا رزق تو بہتر اور باقی رہنے والا ہے |

مولانا عبدالماجد دریا بادی لکھتے ہیں کہ

"آخری آیت کے اس مختصر سے ٹکڑے میں اسی مادی دنیا۔ اس کی آرائشوں زینتوں۔ تکلفات کی کل کائنات بیان کر دی۔ کہ پورے تسلسل حیات سے جو یہاں سے لے کر آخرت تک ہے۔ قطع نظر کر کے صرف اس مادی زندگی پر قناعت کر لینا کس درجہ حمق اور خام خیالی ہے ____ مال و دولت صرف وہی قابل قدر ہے جو آئندہ دور کی زندگی میں کام آنے والا ہو" (تفسیر ماجدی ص۶۵۶)

اوّل تو کثرتِ مال و اولاد بذاتِ خود موجبِ امتحان و آزمائش ہے۔ اور جب یہ کثرت، رشوت یا دیگر ناجائز طریقوں کی مرہونِ منت ہو۔ تو اس کے مضر و مہلک ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

" قیامت کے دن آدمی کے قدم نہ ہل سکیں گے۔ جب تک کہ اس پر یہ چار سوال نہ ہو جائیں گے۔ کہ

(۱) عمر کس میں گنوائی۔
(۲) جوانی کس میں گزاری۔
(۳) مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔
(۴) اور جو علم حاصل کیا۔ اس پر کتنا عمل کیا"۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و بیہقی)

اگر انسان رشوت خوری کے باوجود رائج الوقت قانون کی گرفت سے بچ جاتا

ہے ۔ تو اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ احکم الحاکمین کی پرسش اور گرفت سے بھی بچ جائے گا۔ جس طرح آج تک اس کے دستِ قضا یعنی موت کے پنجہ سے کوئی نہیں بچ سکا۔ اسی طرح اس کے محاسبہ سے بچ جانا بھی آسان نہیں۔ اگر انسان ان چار باتوں کو ہر وقت سامنے رکھے تو وہ یقیناً غلط قدم اٹھانے سے بچتا رہے۔

## رشوت اور فتنہ

حق تعالیٰ نے انسان کے رزق پر جو پابندی لگائی ہے۔ اس کی وجہ بھی اپنے کلام پاک میں کھول کر بیان فرما دی ہے۔ کہ

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ

اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق فراخ کر دیتا (یعنی ان کی حسب خواہش دیتا رہتا) تو وہ روئے زمین پر فتنہ و فساد برپا کرنے لگتے۔

اسلام امن و سلامتی کا ضامن اور فتنہ و فساد کا دشمن ہے۔ اس لئے وہ معاشرہ میں کسی قسم کا فتنہ و فساد برداشت نہیں کر سکتا۔ دنیا کے دوسرے مذاہب اور دوسری اقوام میں سب سے بڑا سنگین جرم قتل ہے۔ مگر اسلام نے فتنہ کو قتل سے بھی زیادہ سنگین و شدید قرار دیا ہے۔

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ          فتنہ تو قتل سے بھی سخت تر ہے
(بقرہ ۲۴/۲)          (کیونکہ)

(۱) قتل سے ایک یا چند جانوں کا نقصان ہوتا ہے۔ مگر فتنہ سے سارا معاشرہ ہلاکت کی لپیٹ میں آجاتا ہے۔

(۲) فتنہ سے ہی شرارتوں۔ مفسدوں اور مضرتوں کی جڑیں پھوٹتی ہیں۔ اور دُنیا میں کشت وخون اور غدر و بدامنی پھیلتی ہے۔

(۳) فتنہ سے ہی انسان کو کفر و شرکت کی ترغیب و تحریص ہوتی ہے۔ اور اسی سے دنیا میں کفر و شرک کی نشر و اشاعت کی جاتی ہے۔

اسی لئے قرآن کے نزدیک:۔

"ہر وُہ چیز جو انسان کی عقل اور اس کے عزم کے لئے وجۂ امتحان و آزمائش ہو۔ فتنہ ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ وُہ تمام چیزیں جو انسان کی عقل و ضمیر اور اس کے عزم و استقامت میں ضعف کا باعث ہوں۔ اور جن کی بنا پر حق و صداقت کی راہ پر قائم رہنا دشوار ہو جائے۔ فتنہ ہیں۔" (معارف جلد ۵۹ صفحہ ۲۸۹)

اس لئے رشوت بھی ایک بہت بڑا فتنہ ہے کیونکہ رشوت ہی انسان کو

(۱) حق و صداقت اور امانت و دیانت کی راہ سے بھٹکاتی ہے۔

(۲) حبِ مال اور حبِ جاہ کی دلدل میں پھنساتی ہے۔

(۳) ڈھیٹ - بے شرم - بے ضمیر اور طوطا چشم بناتی ہے۔

رشوت ستانی کے ذریعہ جن لوگوں کی حق تلفی کی جاتی ہے ان کے دلوں میں اس سے آتشِ انتقام بھڑک اُٹھتی ہے۔ جس کے نتیجہ کے طور پر :-

(۱) کوئی موت کے گھاٹ اُترتا ہے۔

(۲) کسی کی عزت و عصمت لٹتی ہے۔

(۳) کسی کو مالی نقصان پہنچتا ہے۔

غرض کہ رشوت ستانی سے ہی :-

(۱) امنِ عامہ میں خلل پڑتا ہے۔

(۲) نظامِ حکومت مفلوج ہوتا ہے۔

(۳) سکون و اطمینان جاتا رہتا ہے۔ اور

شیطان کو خوشی منانے کا موقع ملتا ہے کہ اس کا منصوبہ کامیاب رہا۔

## قانون اور رشوت

انسان چونکہ ہمہ دان نہیں - اس لئے اس کا بنایا ہوا قانون ہمہ گیر نہیں۔ نہ ہی یہ قانون ہمہ بین ہے۔ بلکہ یہ مادرزاد اندھا ہے۔ خود کچھ نہیں دیکھ سکتا اور نہ از خود کچھ کر سکتا ہے - ہر قسم کی بُرائی اور خرابی عین قانون کی موجودگی میں بلکہ اس کی روشنی میں ہوتی رہتی ہے۔ مگر یہ اس کے انسداد یا سدباب کے لئے اس وقت تک حرکت نہیں کرتا - جب تک کہ کوئی ستم رسیدہ اس کے دروازے پر دستک

نہ دے۔ انسان کی طرح، اس کا خود ساختہ قانون بھی اکثر اوقات عیاروں
اور فریب کاروں کے ہاتھوں دھوکا کھا کر غلط فیصلے کر بیٹھتا ہے۔ انسان کی
طرح اس کے اندر بھی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ جن سے فائدہ اٹھا کر اکثر حقیقی
مجرم اس کی گرفت سے نکل جاتے ہیں۔ اور بمشکل معدودے چند ہی سزا پاتے
ہیں۔ رشوت کا کاروبار چونکہ زیادہ تر باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اس لیے
قانون کو حرکت دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ بمصداق

جہاں میاں بیوی ہوں راضی —— وہاں کیا کرے گا قاضی!!

اگر کوئی قانون کو حرکت میں لانے کا ارادہ بھی کرتا ہے۔ تو عدالتوں اور محکموں
کے صبر آزما چکروں کا تصور، اس کی کمر ہمت توڑ دیتا ہے۔ اور وہ طوعاً و کرہاً
رشوت کا جرمانہ ہی ادا کرنے میں عافیت سمجھتا ہے۔ کیونکہ اس سے وقت اور
پریشانیاں دونوں بچ جاتی ہیں۔ محکمہ انسداد رشوت ستانی کے پاس تو صرف
وہی جاتا ہے۔

(۱) جس کے لئے رشوت کا جرمانہ ناقابل برداشت ہوتا ہے یا
(۲) جسے اہلکاروں۔ پٹواریوں یا چپڑاسیوں وغیرہ کو پھنسانے کی خاطر مامور
کیا جاتا ہے۔

بایں ہمہ محکمہ انسداد رشوت ستانی یا حکومت کی نظر سے ایسے لوگ چھپے ہوئے
نہیں ہوتے۔ جو رشوت کا بازار گرم رکھتے ہیں۔ مگر ان میں سے کوئی بھی

اس وقت تک حرکت میں نہیں آتا۔ جب تک کہ کوئی اس کے پاس شکایت یا رپورٹ نہ کرے۔ پھر موجودہ قانون کی نظر میں صرف شکایت یا رپورٹ کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ متعلقہ افسران کو خود ہمراہ لے جا کر رشوت کا لین دین ہوتے دکھلانا بھی پڑتا ہے۔ تب کہیں جا کر مجرم کو پکڑ کر عدالت میں لایا جاتا ہے۔ قانون مجرم کو جیل بھجوانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ مگر وکلاء کی مساعی اسے اکثر ناکام بنا دیتی ہیں۔ اسلئے انسان کا خود ساختہ قانون زیادہ موثر نہیں۔ اہل غرض نے اس کی گرفت سے بچنے اور اسے دھوکا دینے کی عجیب عجیب صورتیں پیدا کر کے اسے عملاً ناکارہ بنا رکھا ہے۔ ورنہ اس کی موجودگی میں رشوت کی گرم بازاری نہ ہوتی لیکن ہر راشی بلطائف الحیل اگر ملکی قانون کی خلاف ورزی کرنے کے باوجود بچ جاتا ہے۔ تو اس کا یہ مقصد نہیں کہ وہ خدائی قانون کی گرفت سے بھی بچ جائے گا۔ اس سے بچنا ناممکن ہے۔ کیونکہ اس قانون کے تحت ہر انسان کے قول و کردار کی عکاسی کے لئے ایسے خود کار ٹیلی ویژن کیمرے لگے ہوئے ہیں۔ جو اس کی روزمرہ کی کارکردگی کی فلم تیار کرتے رہتے ہیں۔ اور وہی فلم بروز حساب اسے دکھلا کر اس سے پوچھا جائے گا کہ

یہ مال تم نے کہاں سے کمایا تھا؟

اسوقت اقرار کے سوا انکار کی کسے جرأت ہو سکتی ہے! اگر اس وقت کا ہر وقت استحضار رہے تو یہ مروجہ ملکی قوانین سے زیادہ موثر ثابت ہو سکتا ہے

## حکّام کی حیثیت

حکام قصرِ حکومت کے ستون ہوتے ہیں۔ انہیں حکومت کا بوجھ برداشت کرنے کے لئے باقاعدہ بصورت تنخواہ اجرت دی جاتی ہے تاکہ وہ

(۱) دیانتداری کے ساتھ فرائضِ منصبی ادا کریں اور

(۲) بہ حیثیت ایک مزدور یا خادم (PUBLIC SERVANT) رعایا کے حقوق کی اس طرح حفاظت کریں۔ جیسے چرواہا بکریوں کی نگہبانی کرتا ہے۔

اسلام کی نظر میں ہر حاکم کی حیثیت امین کی ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"حکومت امانت ہے۔ قیامت کے دن یہ ندامت اور حسرت ہو گی۔ مگر جس نے حکومت حق دار ہو کر لی۔ اور اس فرض کو ادا بھی کیا۔ جو صاحبِ حکومت پر واجب ہے"

اسلئے حکومت کی فنا و بقا کا تمام تر دارومدار حکام پر ہوتا ہے۔ اگر وہ امانت و دیانت کے ساتھ اپنے فرائض منصبی ادا کریں گے۔ تو حکومت مستحکم اور پائیدار رہے گی۔ اور اگر وہ دیانتداری کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کا بوجھ نہ اٹھائیں۔ بدنیت۔ خائن اور بے ایمان ہو جائیں۔ تو پھر اس حکومت کا خاتمہ یقینی ہوتا ہے۔

رُعاۃ الشّاۃ یحمی الذّئبَ عنہا — فکیف اذا الرُّعاۃ ھُمُ الذِّئابُ

چرواہے تو بکریوں کو بھیڑیوں سے بچایا کرتے ہیں — کیسی حالت ہو! جب چرواہے خود بھیڑیے بن جائیں۔

تاریخ عالم اس بات کی شاہدِ عدل ہے کہ جس حکومت میں بھی عدل وانصاف کی بجائے ظلم اور رشوت کا دور دورہ ہوا۔ اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا۔ اسی لئے قرآن کریم نے تاریخ عالم کے مطالعہ اور دنیا کی سیاحت پر اصرار کیا ہے۔ تاکہ آپ اپنی آنکھوں سے ان لوگوں کا حال دیکھ لیں۔ جو عدل پہ ظلم کو اور انصاف پہ رشوت کو ترجیح دیتے تھے۔ ارشادِ ربانی ہے کہ:-

| | |
|---|---|
| اَوَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ کَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ کَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ وَمَا کَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ (مومن ۴۴) | یہ لوگ دنیا کی سیر کر کے اس بات پر کیوں غور نہیں کرتے۔ کہ ان (قوموں) کا کیا حال ہوا۔ جو ان سے پہلے گزر چکی ہیں۔ وہ عظیم قوت کی حامل تھیں۔ اور ان کے زمین پر عظیم آثار موجود تھے مگر اللہ نے جب ان کے گناہوں کی زبردست پکڑ کی۔ تو کوئی قوت بھی ان کو خدا کے عذاب سے نہ بچا سکی۔ |

جو لوگ برسرِ اقتدار آنے کے بعد نشۂ اقتدار و اختیار سے چور ہو کر خدا۔ رسولؐ اور اپنی حکومت کے احکام کی پروا نہیں کرتے اور من مانی شروع کر دیتے ہیں۔ وہ پرلے درجہ کے خائن ہوتے ہیں۔ خیانت کی وضاحت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس نامۂ ہدایت سے ہوتی ہے۔ جو آپ نے اپنی خلافت کے

زمانہ میں عامل مصر کو لکھا۔ اس میں درج ہے کہ :-

" میرے نزدیک رعیت میں سب سے جو بہتر ہو۔ اسے حاکم بنا۔ تاکہ

(۱) معاملات کے تصفیہ میں تنگی نہ ہو۔

(۲) اہل معاملہ کو خوشامد کی ضرورت پیش نہ آئے۔

(۳) وہ لغزش کو طول نہ دے۔

(۴) حق کو لے جانے کے بعد حق کی طرف رجوع کرنے سے نہ رکے۔

(۵) جس کا نفس طمع کی طرف مائل نہ ہو۔

(۶) جو سرسری طور پر اکتفا نہ کرے۔ بلکہ پوری توجہ کو لازم کرے۔

(۷) جو شبہات پر ٹھہر کر غور کرے۔ اور دلائل اخذ کرے۔ اور معاملہ کے رجوع ہونے سے پریشان نہ ہو۔

(۸) حقیقی معاملہ کے انکشاف میں صبر سے کام لے۔

(۹) حکم واضح ہو جانے کے بعد اسے تیزی سے جاری کر دے۔ حکم کے اجرا میں طمع حائل نہ ہو۔

(۱۰) فیصلوں کی نگرانی زیادہ کرے۔

(۱۱) اس کی تنخواہ اس قدر ہو کہ اس کی حاجت دور ہو جائے۔ اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے۔ یعنی رشوت نہ لے۔

(۱۲) اس کو بہترین درجۂ عزت عطا کر۔ جو دوسروں کا نہ ہو۔ تاکہ لوگوں سے

عزت طلبی کا خواہاں نہ ہو۔" (اسلام کا نظام حکومت و عدالت)

جو حکام ان شرائط کی پابندی نہیں کرتے وہی عند اللہ و عند الرسولؐ و عند الناس خائن ہوتے ہیں۔ قرآن کریم کے نزدیک یہ خیانت، خدا اور خدا کے رسول مقبولؐ کے خلاف بغاوت اور جنگ ہے۔ ایسے ہی خائنوں اور باغیوں کے متعلق ارشاد ربانی ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ | جو لوگ اللہ اور اللہ کے رسول سے |
| یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ | لڑتے ہیں، اور ملک میں فساد پھیلانے |
| وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ | میں لگے رہتے ہیں۔ ان کی سزا بس |
| فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا | یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں |
| اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ | یا ان کو پھانسی پر لٹکا دیا جائے یا |
| اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ | ان کے ہاتھ اور پیر مخالف جانب سے |
| مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا | کاٹ دیئے جائیں یا وہ ملک سے |
| مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ | نکال دیئے جائیں۔ یہ تو ان کی دنیا |
| خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ | میں رسوائی ہوئی اور آخرت میں |
| فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ | (اس کے سوا) ان کے لئے اور |
| (مائدہ ۵ پ ۶) | بڑا عذاب ہے۔ |

## حکام اور رشوت

قرآن و تاریخ کی رو سے جن قوموں پر بھی عذاب الٰہی آیا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ان میں عدل و انصاف کی جگہ ظلم اور زیادتی۔ ناحق اور رشوت کا رواج عام ہو گیا تھا۔ حلال و حرام کی تمیز اُٹھ گئی تھی۔ حکام کھلے بندوں لوگوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ اور انصاف بر سرِ عام بکتا تھا۔ چونکہ رشوت کے سلسلہ کا آغاز مسندِ اختیار و اقتدار سے ہوتا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں ممانعت رشوت کے سلسلہ میں حکام کو ہی موضوع سخن بنایا ہے اور نہایت بلیغ و جامع انداز میں فرمایا ہے کہ :-

وَلَا تَاكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (بقرہ پ۲)

(آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے نہ کھاؤ۔ اور نہ اسے حکام تک پہنچاؤ کہ جس سے لوگوں کے مال کا ایک حصہ تم گناہ سے کھا جاؤ۔ درآنحالانکہ تم جان رہے ہو کہ تم ناحق اور زیادتی پر ہو)

تفسیر احمدی (ص ۱۶۵) کی رو سے ان "حاکموں" سے مراد وہ ظالم حاکم ہیں جو خود یا اپنے ہم نشینوں۔ ہم مشربوں۔ دوستوں۔ مصاحبوں۔ خادموں خوشامدیوں اور دلالوں کی معرفت اپنے منصب و عہدہ سے ناجائز مفاد

اٹھاتے ہیں. خواہ ان کا تعلق انتظامیہ سے ہو. خواہ عدلیہ سے۔ اس صفت میں دونوں برابر ہیں. چونکہ حکام حکومت کے مفاد اور رعایا کے حقوق کے محافظ ہوتے ہیں. اس لئے ان کی حیثیت بمنزلہ امین اور حَکَم کے ہوتی ہے اور عدل و انصاف کے تقاضوں کا پورا کرنا ان کا فرضِ عین ہوتا ہے. جیسا کہ اس حکم ربانی سے ظاہر ہے کہ

| | |
|---|---|
| فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ | سو تم لوگوں کے فیصلے حق کے مطابق |
| بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى | کرو اور خواہشِ نفس کی پیروی مت |
| فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ | کرو. کہ یہ (ناجائز) خواہش خدا |
| اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ | کے راستے سے بھٹکا دیتی ہے. جو |
| سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ | لوگ خدا کے راستے سے بھٹک جاتے |
| شَدِيْدٌ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ | ہیں. ان کے لئے سخت عذاب ہے |
| الْحِسَابِ (ص ۲۶) | کیونکہ انہوں نے یوم حساب کو بھلا رکھا ہے |

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

" جو شخص دس آدمیوں پر بھی حاکم بنا دیا گیا. پھر اس نے ان کے درمیان ان کی پسند یا ناگواری کا فیصلہ کیا۔ تو وہ قیامت کے دن ہاتھ باندھا ہوا لایا جائے گا. اگر اس نے انصاف کیا ہوگا

رشوت نہ لی ہوگی۔ ظلم نہ کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کو کھول دیں گے اور اگر اس نے اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف فیصلہ کیا ہوگا اور رشوت لی ہوگی اور حکم (سنانے) میں تساہل برتا ہوگا۔ تو اس کا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ سے باندھ دیا جائے گا۔ پھر اس کو جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اور وہ پانچ سو سال تک بھی اس کی تہ کو نہ پہنچ سکے گا۔" (مستدرک حاکم)

جیسے بعض ستاروں کی روشنی کو زمین تک پہنچنے میں بیسیوں سال لگتے ہیں۔ اسی طرح اسے دوزخ کی تہ تک پہنچنے میں پانچ سو سال سے زائد عرصہ لگے گا گویا اتنے گہرے دوزخ میں گرانا، بھی ایک قسم کا عذاب ہوگا۔ جو عذابِ دوزخ سے سوا ہوگا۔

## رشوت اور وکلاء

قانون کی رو سے وکلاء افسرانِ عدالت میں شمار ہوتے ہیں۔ اور ان کا فرضِ منصبی ہوتا ہے کہ وہ عدالت کو صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں مدد دیں۔ اور کسی سے بے انصافی نہ ہونے دیں۔

وکالت دو قسم کی ہوتی ہے۔

(۱) وکالتِ حق۔ جو سچے اور حقدار کی طرف سے کی جائے۔

(۲) وکالتِ مال۔ جو محض فیس کی خاطر کی جائے۔ اور اس میں سچے۔ جھوٹے

حقدار یا ناحق کا خیال نہ رکھا جائے۔

اس لئے جو وکلا محض اپنی فیس اور شہرت کی خاطر، اپنی قانون دانی، چرب زبانی۔ سخن سازی۔ رشوت ستانی۔ اثر و رسوخ یا "ناجائز رسائی" کے ذریعہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ اور اس پر فخر و ناز کرتے ہیں۔ وہ سب بالباطل کی تعریف میں آتے ہیں۔

اسی طرح وہ وکلا بھی بالباطل کے زمرہ میں آتے ہیں۔ جو

(۱) اپنے مقدمہ کی سرسبزی و کامیابی کے لئے حکام کو رشوت پہنچاتے ہیں اور اسے ذریعہ روزگار بناتے ہیں۔

(۲) یہ جانتے ہوئے کہ مقدمہ کمزور ہے۔ اس کی کامیابی کی بہت حد تک اُمید نہیں یا قانوناً ناقابل رفت ہے۔ صاحبِ غرض کو محض حصول فیس کے لئے غلط مشورہ دیتے ہیں اور اسے سبز باغ دکھلا کر مقدمہ بازی کو فروغ دیتے ہیں۔

یہ ایک پیشہ وارانہ خیانت ہے۔ کیونکہ جو کسی سے مشورہ پوچھتا ہے۔ وہ اسے نیک نیتی سے امین سمجھتا ہے۔ اس لئے اسے ہر حال میں صحیح مشورہ دینا چاہیئے۔ اور صحیح رہنمائی کرنی چاہیئے۔ خواہ اس سے خود اسے کتنا ہی نقصان کیوں نہ پہنچے۔

## ایک اہم استثنا مذکور الصدر بالباطل والی آیت کریمہ کے

آخری الفاظ

اَنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ      تم جان رہے ہو۔

سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کوئی دانستہ طور پر " ناجائز طریق " سے کام لے رہا ہے۔ تو یہ گناہ ہے۔ اور اگر بے خبری کے عالم میں کوئی ایسی بات ہو گئی۔ تو پھر یہ گناہ نہیں۔

تفسیر مظہری (جلد ا صـ ۲۰۹) کی رو سے مذکورہ بالا الفاظ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ باطل اور غیر شرعی مقدمات میں اگر حاکم کو حقیقت معلوم نہ ہو۔ اور وہ ظاہری صورت میں بلا رد و رعایت حکم دے دے۔ تو اس کو تو گناہ نہیں ہوگا۔ مگر اسے ضرور گناہ ہوگا۔ جس نے جان بوجھ کر غلط بیانی کی یا دروغ حلفی یا جھوٹی شہادتوں کے ذریعہ یا اصل واقعات کو چھپا کر یا بالکل باطل اور ناجائز طریق سے یا قانون کی آڑ میں حاکم کو دھوکا اور فریب دیا اور اس سے ایک ناحق اور غلط فیصلہ کرا لیا۔ کیونکہ انصاف، قانونی بحث و بیان سے بالاتر ہے۔

حضرت ام سلمہ زوجۂ مطہرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ " دو شخصوں کے درمیان میراث کے معاملہ میں جھگڑا تھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان دونوں کے پاس کوئی بینہ نہ تھا۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ سمجھ لو کہ تم خدا کے رسول کے سامنے اپنا معاملہ پیش کر رہے ہو۔ میں رسول ہونے کے ساتھ انسان بھی ہوں۔ شاید کسی کے پاس بہترین دلیل حق ہو۔ میں تو فیصلہ اسی بنا پر کروں گا۔ جو میں تم میں سے سنوں گا۔ اگر میرے فیصلہ کی وجہ سے تم میں سے کسی کا واقعی حق کسی دوسرے کو پہنچنے لگے تو تم ہرگز ہرگز نہ لینا۔ میں ایسے حق لینے والے کے لئے جہنم کا ایک ٹکڑا مانگتا ہوں۔ جو قیامت کے دن چمٹے کی شکل میں تمہاری گردن میں ڈالا جائے گا۔ یہ سن کر دونوں رونے لگے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ میں اپنا حق تجھے دیتا ہوں۔ حضور نے فرمایا کہ اب جبکہ تمہارا یہ حال ہے۔ تو جاؤ اور ٹھیک ٹھیک تقسیم کر لو۔ اور حق پر قائم رہو۔ اور اس بات پر آمادہ رہو۔ کہ ہر ایک تم میں سے دوسرے کے ساتھ حلال اور ٹھیک معاملہ کرے۔" (مسند امام احمد)

اس ارشاد نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ:۔

۱ ۔ حاکم اپنی طرف سے نیک نیتی کے ساتھ حق و ناحق کو الگ کرنے کی پوری جدوجہد کرے۔

۲ ۔ اگر کوئی فریق یا وکیل اپنی چالاکی اور ہوشیاری سے مقدمہ جیت کر ناحق حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ تو اس کی فتح شکست کے برابر ہوگی

اور اس کا ٹھکانا جہنم میں ہوگا.
کیونکہ حق کو ناحق اور ناحق کو حق ثابت کرنا حدود اللہ کو توڑنا ہے. اور غضبِ الٰہی کو دعوت دینا ہے.

## رشوت اور شہرت

شیطان کا کام انسان کو راہ ہدایت سے ہٹانا. اور قعرِ مذلت میں گرانا ہے. اس غرض کے لئے وہ سب سے پہلے اس کے دل میں طرح طرح کے وساوس اور شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے۔ اور جب وہ اسے اپنی راہ پر لانے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ تو اسے برائی اور بے حیائی کے کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ انسان اس کے فریب میں آکر، بدنامی کے خوف سے ایسے کام اکثر و بیشتر چھپ کر کرتا ہے۔ تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔ اور وہ معاشرہ میں نیک و پارسا بنا رہے۔ مگر دشمن انسان، شیطان اتنا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ جسے اس نے رفیق بنایا ہے۔ لوگ اس کی برائیوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر اس سے حسنِ ظن رکھیں۔ اس لئے وہ انسان کو برائیوں میں پھنسانے کے بعد مختلف حیلوں بہانوں اور ذریعوں سے اسکی برائیوں کی منادی و تشہیر کراتا ہے۔
شیطان کی چابکدستی کا کمال یہ ہے۔ کہ وہ جنہیں اپنا آلہ کار بناتا ہے انہی کے ذریعہ اپنے متبعین کو عوام و خواص میں بدنام و رسوا بھی کراتا ہے جس کی وجہ سے کسی کا عیب یا گناہ چھپا نہیں رہتا۔ قتل۔ زنا۔ دغا وغیرہ

کی طرح رشوت کا کاروبار بھی بالعموم خفیہ طور پر انجام پاتا ہے۔ اس وقت لینے دینے والے یا دلال کے سوا اور کوئی موجود نہیں ہوتا۔ جب سودا طے ہو جاتا ہے۔ اور لین دین مکمل ہو جاتا ہے۔ تو واپس جا کر رشوت دینے والا نہایت رازدارانہ انداز میں اپنے رفقاء کار کو مطمئن کرنے کے لئے یہ خبر سناتا ہے۔ پھر اپنے وکیل کی ڈھارس بندھاتا ہے۔ اس طرح رفتہ رفتہ یہ راز طشت ازبام ہو جاتا ہے۔ اور جب وہ کام جس کے لئے رشوت دی گئی تھی مکمل ہو جاتا ہے۔ تو پھر خود رشوت دینے والا فاتحانہ انداز میں اس کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر دیتا ہے کہ یہ کام یوں کرایا گیا۔ ورنہ کبھی یہ نتیجہ نہ نکلتا۔

اس لئے آج کل رشوت خود چھپا نہیں رہ سکتا۔ وہ اندھوں کی طرح خواہ کتنی ہی خوش فہمی میں رہے کہ وہ جو کچھ کرتا ہے۔ خفیہ طور پہ کرتا ہے اور کسی کو خبر نہیں لگنے دیتا۔ مگر اس کی رشوت ستانی کی خبر ضرور ہی عوام و خواص تک پہنچ جاتی ہے۔ اور کبھی چھپی نہیں رہتی۔ خواہ وہ اس کے چھپانے کا کتنا ہی اہتمام کیوں نہ کرے۔ کیونکہ اس کے افشاء کے بغیر شیطان کا منصوبہ مکمل نہیں ہوتا۔ اس لئے شیطان کسی نہ کسی حیلے بہانے یہ راز فاش کر دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے راشی جلد بدنام اور شیطان کی طرح مشہور ہو جاتا ہے کچہریوں اور دفتروں میں لوگ کھلے بندوں اس کا تذکرہ کرتے رہتے ہیں بلکہ اہلِ معاملہ کی علانیہ رہنمائی کرتے رہتے ہیں کہ میاں فلاں صاحب راشی ہیں

کچھ خرچ کر کے کام کرا لو۔ اور بعض وکلا تو خود یہ "خدمت" سرانجام دیتے ہیں
راشی، رشوت کو حق الخدمت شمار کرتے ہیں

## رشوت اور اجرت

کہ ہم اپنے کام کی اجرت یا معاوضہ لیتے ہیں
حالانکہ فرض منصبی یا واجب کام کرنے پر ملازم صرف اپنی حکومت سے تنخواہ
پانے کا حقدار ہوتا ہے۔ اسے دوسروں سے اس کا معاوضہ لینے کا شرعاً
قانوناً اور اخلاقاً ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ اگر وہ اپنی ملازمت کے دوران
میں امانت کی بجائے خیانت سے کام لیتا ہے، ناحق، ناواجب اور ناجائز
کام کرتا ہے۔ تو اس کا معاوضہ رشوت کی تعریف میں آتا ہے۔ حق الخدمت
کی تعریف میں نہیں آتا۔ کیونکہ ناحق پر اجرت لینا حرام ہے۔ اور رشوت تو
بذاتِ خود حرام ہے۔ اور حق کا ادا کرنا چونکہ فرائض منصبی میں داخل ہوتا
ہے جس کی وہ باقاعدہ اپنے محکمہ سے اجرت بصورت تنخواہ وصول کرتا
ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ جو کچھ لیتا ہے۔ وہ سب رشوت میں داخل
ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی کام ناحق نہ ہو۔ فرض منصبی میں بھی داخل نہ ہو۔ اور
اس کے لئے اسے کچھ کوشش یا بھاگ دوڑ یا کوئی دیگر عمل کرنا پڑے۔ تو اس
کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔ وہ اجرت ہوگی۔ رشوت نہ ہوگی۔ کیونکہ اس کام
کی اسے تنخواہ نہیں ملتی۔ کام کی نوعیت کے مطابق اس کی جو کم و بیش اجرت
طے کر لی جائے۔ وہ درست ہوتی ہے۔

## رشوت اور تحفہ

رشوت کی مروجہ صورتوں میں ایک صورت تحفہ بھی ہے۔ جسے عام طور پر خارج از رشوت تصور کیا جاتا ہے۔ حالانکہ موجودہ صورت میں تحفہ بھی رشوت کی تعریف میں آتا ہے۔

ہدیہ یا تحفہ ازدیادِ محبت کے لئے ہوتا ہے۔ جو ازراہ اخلاص کسی توقع کے بغیر دیا جاتا ہے۔ اور اس سے کوئی غرض وابستہ نہیں ہوتی بخلاف اس کے رشوت میں کام کی شرط لازمی ہوتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی تحفہ یا ہدیہ

(۱) سابقہ تعلقات کے بغیر محض عہدہ یا منصب کی وجہ سے آتا ہے۔

(۲) یا کسی غرض یا مقدمہ کی وجہ سے یا کسی توقع یا شرط کے تحت دیا جاتا ہے۔ یا

(۳) اگر یہ عہدہ نہ ہوتا۔ تو پھر یہ ہدیہ یا تحفہ نہ دیا جاتا۔ یا

(۴) اگر اسے اسی وقت اس عہدہ سے معزول کر دیا جائے اور دوسرا شخص مقرر کر دیا جائے تو یہ شخص نئے عہدہ دار کو وہ تحفہ دینے پر تیار ہو جاتا ہے۔

تو پھر وہ ہدیہ یا تحفہ رشوت میں شمار ہوگا۔

لیکن اگر آپ کے صاحب منصب سے دیرینہ تعلقات ہیں۔ اور جب

وہ صاحبِ منصب نہیں تھا۔ اس وقت بھی آپ اسی طرح اس کی بے غرضانہ ہدیہ۔ تحفہ یا دعوت کے ذریعہ خاطر و مدارات کرتے رہتے تھے۔ اور اس کا بھی آپ کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ تھا۔ تو تب آپ کا ہدیہ یا تحفہ اس قدیم تعلق کی بنا پر رشوت کی تعریف میں نہیں آئے گا۔ بشرطیکہ بقولِ شیخ ابن حجر یہ قدیم معمول سے زیادہ نہ ہو۔ اور بقول امام غزالیؒ یہ اسکو معزولی ہونے کے بعد گھر پر بھی مل سکے۔

اگر وہ تحفہ سابقہ عادت کے خلاف زیادہ مقدار میں آیا ہے۔ یا جس میں شبہ ہو کہ کسی غرض کے تحت آیا ہے۔ یا بصورت معزولی وہ یہ تحفہ گھر پر نہ پہنچاتا۔ تو اس تحفہ سے بچنا چاہیئے۔ اسے واپس کر دینا چاہیئے۔ یا بقول امام اعظمؒ اس کا بدلہ دے دینا چاہیئے۔ اگر بدلہ نہ دے۔ تو پھر اس کو بیت المال میں داخل کر دے۔ اور اگر تحفہ بھیجنے والے کا پتہ معلوم نہ ہو یا دور دراز رہنے کی وجہ سے اس کی واپسی مشکل ہو۔ تو اس صورت میں بھی اسے لاوارث مال کے طور پر بیت المال میں جمع کرانا ہوگا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک علاقہ کا حاکم القبیہ جب زکوٰۃ و صدقات جمع کر کے دربار نبوی میں لایا۔ تو اس نے عرض کی۔ کہ یہ آپ کا واجب الوصول ہے۔ اور یہ مجھے بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ اس پر حضورؐ نے ایک تاریخی خطبہ دیا۔ جس میں فرمایا کہ :-

"میں تم میں سے کچھ لوگوں کو ان کاموں کا حاکم بناتا ہوں۔ جو اللہ نے میرے سپرد فرمائے ہیں۔ تو تم میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تمہارا ہے اور یہ ہدیہ ہے۔ جو مجھے دیا گیا ہے۔ تو وہ اپنے والدین کے گھر کیوں نہ بیٹھا رہا۔ اور پھر دیکھتا کہ گھر بیٹھنے پر اس کو یہ ہدیہ دیا جاتا۔ یا نہیں۔"

(بخاری، مسلم و مشکوٰۃ باب الزکوٰۃ)

حضرت طاؤسؒ کے نزدیک رعایا کی طرف سے بادشاہوں کو جو ہدیے دیئے جاتے ہیں۔ وہ بھی سخت حرام ہیں۔ اسی لئے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہدیہ قبول نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ جب خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرماتے تھے۔ تو آپ کیوں انکار کرتے ہیں؟ فرمایا کہ حضورؐ کو نبوت کی وجہ سے ہدیہ دیا جاتا تھا۔ اس لئے اس کی صورت نہیں بدلتی تھی۔ وہ ہدیہ ہی رہتا تھا۔ مگر ہمیں حکومت کی وجہ سے ہدیہ پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے اس کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ وہ ہدیہ نہیں رہتا بلکہ رشوت بن جاتا ہے۔

بروایت ابن جریر رازی ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہر سال اونٹ کی ایک ران کا ہدیہ دیا کرتا تھا۔ اتفاق سے اس کا آپ کے پاس مقدمہ آگیا۔ تو اس نے اپنا تعلق جتانے کے لئے حضرت عمرؓ سے اشارۃً کہا کہ

"اے امیر المومنین ہمارے درمیان اس طرح فیصلہ کیجئے جیسے اونٹ سے ران منفصل ہوتی ہے"

حضرت عمرؓ اس کا مطلب سمجھ گئے۔ اور اسی وقت آپ نے اپنے عہد کے تمام حاکموں کو لکھ بھیجا کہ :-

لَا تَقْبَلُوْا الْهَدِيَّة — ہدیہ قبول نہ کیا کرو۔ یہ اب

فَاِنَّمَا رِشْوَةٌ — رشوت ہے۔

لیکن اگر کام ختم ہو چکا ہو۔ اور آئندہ کے لئے بھی اس کا کوئی کام نہ ہو۔ اس پر نقد یا دعوت یا تحفہ جو کچھ بھی دیا جائے۔ وہ بحکم آیۃ کریمہ

هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ — احسان کا بدلہ احسان ہی ہے

جائز ہے۔ وہ تحفہ ہے۔ رشوت نہیں ہے۔ ہاں اگر کام کرنے والے کو اس کی پہلے سے توقع یا لالچ ہو۔ تو وہ شامی وغیرہ کی رو سے مکروہ ہے۔

## رشوت اور عطیہ

اعلیٰ حکام کو تحفے اور ہدیے دینے کا دستور قدیم سے چلا آرہا ہے۔ دور حاضر نے اس دستور میں عطیہ (DONATION) کا اضافہ کیا ہے۔ عطیہ اگر از راہ اخلاص ہے۔ تو جائز اور حلال ہے۔ اگر برنائے اغراض ہے تو ناجائز اور حرام ہے۔

مخلصانہ عطیہ کی صورت یہ ہے۔ کہ وہ بلاتحریک ایسے دینی۔ رفاہی فلاحی یا سماجی ادارے کی حوصلہ افزائی کے لئے یا اعترافِ خدمات کے لئے خاموشی سے دیا جائے۔ اور اگر اس سے دوسروں کو ترغیب دلانا ہو۔ تو اس نیت سے اس کے اعلان کر دینے میں بھی کوئی امر مانع نہیں۔ اور اجر و ثواب میں اس کا درجہ بہت بڑا ہے۔

عطیہ کی خود غرضانہ صورت یہ ہے۔ کہ بلاتحریک تو کسی کو از خود ایک پائی نہ دی جائے۔ لیکن اگر کوئی صاحب اختیار و اقتدار کسی ادارے کے لئے چندہ کی تحریک کرے۔ تو اس کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے معقول عطیہ پیش کیا جائے۔ تاکہ کسی دوسرے وقت میں اس سے مفاد حاصل کیا جا سکے۔

ایسے عطیات کے لئے بڑے بڑے صنعتکاروں۔ سرمایہ داروں۔ بینکوں اور کمپنیوں نے اپنے پاس ایک مخصوص فنڈ رکھا ہوتا ہے بوقت ضرورت حکام کو عطیات دیئے جاتے ہیں۔ اور ان عطیات کی بنا پر ان عطیات کی مالیت سے کئی گنا زیادہ ان اعلیٰ افسران سے مختلف صورتوں میں مفاد اٹھایا جاتا ہے۔ مثلاً سرکاری طور پہ بینکوں کی شرح سود مقرر ہوتی ہے۔ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری بینک مقررہ شرح سے زیادہ سود نہیں دے سکتا بعض غیر سرکاری بینک، سرکاری اور نیم سرکاری اداروں کو سرمایہ حاصل کرنے

کے لئے مقررہ شرح پر ایک یا دو فی فیصد عطیہ پیش کرتے ہیں۔ جس کی ادائیگی کے لئے ان کے پاس باقاعدہ فنڈ موجود ہوتا ہے۔ سود کے علاوہ اس عطیہ کی لالچ میں متعلقہ حکام سرکاری بینکوں سے رقم نکلوا کر ان غیر سرکاری بینکوں میں جمع کرا دیتے ہیں۔ بعض بینک یا دوسرے تجارتی ادارے وقتاً فوقتاً ایسے غیر سرکاری رفاہی اداروں کو ہزاروں کے عطیات پیش کرتے رہتے ہیں۔ جن کے صدر یا سرپرست اعلیٰ حکام ہوتے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ وہ حکام وقت کی خوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ جو بوقت ضرورت ان کے "کام" آتی ہے۔ چونکہ ایسے عطیات اغراض و مفادات کے تحت دیئے جاتے ہیں۔ اس لئے وہ رشوت کی تعریف میں آتے ہیں۔ وہ عند اللہ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ بلکہ الٹا موجب عذاب ہوتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

| | |
|---|---|
| مَنْ لَمْ يُبَالِ مِنْ أَيْنَ | جو اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ |
| كَسَبَ الْمَالَ لَمْ يُبَالِ اللّٰهُ | مال کہاں سے کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ |
| مِنْ أَيْنَ أَدْخَلَهُ النَّارَ | بھی پرواہ کرتے کہ اسے کہاں سے |
| (کنز العمال بحوالہ دیلمی) | دوزخ میں ڈالیں۔ |

گویا حلال کا اہتمام نہ کرنا اور حرام سے بے پروائی برتنا اور صرف کسبِ زر

کو پیش نظر رکھنا دوزخ کا ذریعہ ہے۔

## رشوت اور سفارش

جائز و ناجائز، حلال و حرام اور گناہ و ثواب کا امتیاز اٹھ جانے کی وجہ سے سفارش کرنا اور کرانا۔ ایک فیشن، رسم اور رواج کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ حالانکہ سفارش صرف حق کے لئے جائز ہے۔ ورنہ ناجائز، حرام اور گناہ ہے

اسی لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

مَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَكُنْ لَهُ نَصِيبٌ مِنْهَا وَمَنْ يَشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَكُنْ لَهُ كِفْلٌ مِنْهَا (نساء)

جو کوئی نیک بات کی سفارش کریگا۔ اس کو اس میں سے حصہ ملے گا۔ اور جو کوئی بری بات کی سفارش کرے۔ اس پر بھی اس میں سے بوجھ پڑے گا۔

یعنی اگر وہ کسی نیک اور اچھی بات کیلئے مشروع طریق پر سفارش کریگا تو اس کو اس عمل خیر کا اجر ملے گا۔ جیسے کسی دولت مند سے کسی محتاج کی سفارش کرکے کچھ دلا دینا۔ تو اس طرح دلانے والا بھی خیرات کے ثواب میں داخل ہو جائے گا۔ لیکن اگر کوئی غیر شرعی کام کے لئے خواہ وہ بظاہر کتنا ہی اچھا کیوں نہ ہو سفارش کرے۔ یا کسی برے کام کے لئے سفارش کرے۔ تو وہ

اس میں اس وقت تک کے لئے شریک گناہ رہے گا۔ جب تک کہ اس کی سفارش کی بنا پر بُرے کام کرنے والا اسے جاری رکھے گا۔ جیسے کسی بدمعاش چور۔ رہزن۔ فریب کار کی سفارش کر کے اسے چھڑا لیا جائے۔ اور وہ پھر ویسے جرائم کرنے شروع کر دے۔ تو جب تک ان جرائم کا سلسلہ جاری رہے گا۔ سفارش کرنے والا اس وقت تک اس گناہ میں شریک رہے گا۔ اس لئے سفارش کرنے سے قبل کام کی نوعیت اور حقیقت معلوم کر لینی ضروری ہے۔ تاکہ کہیں انسان خود ہی مبتلائے عذاب نہ ہو جائے۔ سفارش کو مؤثر بنانے کے لئے ہدیہ وغیرہ پیش نہ کرے۔ کہ یہ رشوت میں شمار ہو گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ:۔

مَنْ شَفَعَ لِاَحَدٍ شَفَاعَةً فَاَهْدٰى لَهٗ هَدِيَّةً عَلَيْهَا فَقَبِلَهَا فَقَدْ اَتٰى بَابًا عَظِيْمًا مِّنْ اَبْوَابِ الرِّبَا (مشکوٰۃ)

جس نے کسی کی کوئی سفارش کی اور اس پہ اسے کوئی ہدیہ دیا اور اس نے قبول کر لیا۔ تو یہ سود کے شعبوں میں سے بڑے شعبہ کا مرتکب ہوا۔

علی قاری کہتے ہیں کہ سود شریعت میں وہ زیادتی ہے جو عوض سے خالی ہو۔ اور معاملہ میں شرط قرار دی گئی ہو۔ (مرقات جلد ۴ صہ ۱۵۵) تو جیسے سود حرام ہے۔ ویسے ہی ایسا ہدیہ بھی حرام ہے۔ احیاء العلوم میں ہے

کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے سوال کیا گیا کہ قرآن مجید میں
اَکّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ — بڑے حرام کھانے والے
آیا ہے۔ وہ سحت کیا ہے۔ فرمایا کہ کوئی تمہاری حاجت پوری کر دے اور تم اس کو ہدیہ دے دو۔ امام غزالی کہتے ہیں کہ حضرتؓ کی مراد یہ ہے کہ کوئی ایسی بات کہدی جائے جس میں کوئی مشقت کا کام نہ کرنا پڑے یا یہ کہ محض اللہ کے لئے کیا ہو۔ تو پھر اس پر کچھ لینا حرام ہے۔

حضرت عائشہؓ کے متبنیٰ نے کسی کی سفارش کی۔ اس نے انکو ایک باندی پیش کی۔ تو آپ غصہ ہوئے۔ اور واپس کر دی۔ اور کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تمہارے دل میں یہ بات ہے تو میں تمہاری حاجت کے متعلق کوئی بات نہ کہتا۔ اور جو تمہاری حاجت باقی رہ گئی ہے۔ اس کی بابت میں اب کچھ نہ کہوں گا۔

لیکن اگر جائز سفارش میں کوئی مشقت کا کام کرنا پڑے۔ جیسے جانا۔ آنا۔ کسی کو لانا۔ لے جانا وغیرہ۔ بقول امام غزالیؒ اس پر کچھ لیا۔ تو وہ اس کام کی اجرت بن جائے گی۔ سفارش کی رشوت نہیں رہے گی۔ لیکن اگر اس میں کوئی ایسی صورت پیدا کر دی جائے۔ جس سے شبہ رشوت کا پیدا ہو۔ جیسے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے آنے کے لئے جائز خرچ سے دوگنا یا اس سے بھی زیادہ دے دینا۔ تو اس میں رشوت کا شبہ پیدا ہو سکتا ہے۔

اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی مشتبہ صورت سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے کہ

| | |
|---|---|
| یدع ما لا باس بہ حذرا مما بہ باس (مشکوٰۃ) | "حرج والی چیزوں سے بچنے کے لئے ان چیزوں کو بھی چھوڑ دے جن میں حرج کیا" |

تاکہ گناہ کے قریب جانے کا امکان ہی نہ رہے۔ اور کسی وقت یہ رشوت کی صورت اختیار نہ کر لے۔

## حقوق اللہ اور سفارش

شرعی اصطلاح میں لوگوں کے معاملات و خصومات کو حقوق و حدود کہتے ہیں جو دو قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) جن کا تعلق مفادِ عامہ سے ہو۔ جیسے لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرنا۔ ملک میں امن و امان قائم رکھنا۔

(۲) جن کا تعلق حکومت سے ہو۔ جیسے مجرمین کو سزا دینا خواہ کسی نے حکومت سے ایسا مطالبہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

ان حقوق و حدود کا اجرا بلا لحاظ امیر و غریب، شریف و رذیل، قوی و ضعیف، حکومت کے اولین فرائض میں سے ہے۔ اگر قدرت کے باوجود ایسا نہ کیا گیا۔ تو اس پہ خدا۔ اس کے فرشتوں اور تمام نوع انسان

کی لعنت برستی ہے۔

سفارش۔ تحفہ یا رشوت یا دوسری وجوہات کی بنا پر حدود اللہ کا اجرانہ کرنا حرام ہے۔ اور ایسے حکام کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جو ثمنِ قلیل کے عوض ایمان فروشی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

"جس کا جذبۂ سفارش اس قدر بڑھ جائے۔ کہ اللہ کی حدود میں سفارش کرنے لگے۔ یقیناً اس نے اللہ کے حکم کا مقابلہ کیا۔ وہ خدا کے احکام کے اجرا میں مانع ہوا۔ اور جو جان بوجھ کر باطل کا طرفدار بنا۔ وہ ساری عمر نزع کے وقت تک خدا کی ناراضگی میں گرفتار رہے گا۔ اور جس نے مسلمان پر وہ الزام لگایا جس کا فی الحقیقت وہ مرتکب نہیں ہے۔ ایسا الزام لگانے والا ردعۃ الخیال میں قید و بند کر دیا جائے گا۔ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ ردعۃ الخیال کیا چیز ہے۔ فرمایا اہل دوزخ کا عصارہ[1]"

اس ارشاد نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ

(۱) حدود اللہ میں سفارش کرنا حرام ہے۔ اور ایسا کرنے والا خدا کا دشمن ہے۔

---

[1] وہ پانی جو گیلی لکڑی کے جلنے سے نکلتا ہے۔ مراد دوزخیوں کی پیپ اور چربی ہے۔

(۲) حقدار نہ ہونے کے باوجود دیدہ دانستہ دوسرے کا حق غصب کرنے کے لئے مقدمہ چلانا۔ اس کی پیروی کرنا۔ آخری دم تک کے لئے خدا کی ناراضگی مول لینا ہے۔

(۳) جھوٹا الزام لگا کر مقدمہ کھڑا کرنا۔ دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنانا ہے۔

ایک مرتبہ قریش کے معزز قبیلہ بنو مخزوم کی معزز ترین خاتون سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا۔ جس کا ہاتھ کاٹا جانا تھا۔ لوگوں نے محبوبِ خدا کے محبوب حضرت اسامہ بن زیدؓ سے حضورؐ کو سفارش کرائی۔ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا:-

"اے اسامہ تم حدود اللہ میں سفارش کرتے ہو؟ معلوم ہے۔ کہ بنی اسرائیل اس لئے ہلاک ہوئے۔ کہ جب ان میں معزز لوگ جرم کرتے تھے۔ تو سزا نہ دیتے تھے۔ اور جب معمولی درجہ کے لوگ جرم کے مرتکب ہوتے۔ تو ان کو پوری پوری سزا دیتے۔ اسامہ! قسم ہے اس ذات کی۔ جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے۔ اگر (بالفرض محال) محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کی مرتکب ہو۔ تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔"

ایسا ہی واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آیا۔ اس زمانہ کا ایک محبوب خلائق چوری کر بیٹھا۔ خلیفۃ المسلمین اور امیر المومنین

کو سفارش کرائی گئی۔ تو آپ کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ فرمایا:۔

"جب سفارش حدود اللہ میں کی جانے لگے۔ جن کا جاری کرنا امیر پر واجب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسے سفارش کرنیوالے اور سفارش قبول کرنے والے دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔"

آج کل تو سفارش ہر وابستۂ اقتدار کے فرائض میں داخل ہو چکی ہے۔ کیونکہ ان میں خدا کی ناراضگی مول لینے کی ہمت و جرأت تو موجود ہے۔ مگر ووٹروں کو ناراض کرنا ان کے بس کی بات نہیں رہی۔

## رشوت اور ٹیوشن

تمام مخلوق میں انسان ہی افضل و اشرف ہے۔ اور تمام انسانوں میں معلم کو فضیلت و فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق:۔

"یہ لوگ خود بھی علم سیکھتے ہیں اور بے علموں کو بھی سکھاتے ہیں"

اور مزید فرمایا کہ

"میں خود بھی معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔"

اس لحاظ سے معلمی یا پروفیسری ایک انبیائی پیشہ ہے۔ باب العلم حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"علم مال سے بہتر ہے۔ کیونکہ مال کی تمہیں نگرانی کرنا پڑتی ہے

مگر علم تمہارا نگہبان ہوتا ہے۔ مال خرچ کرنے سے ختم ہو جاتا ہے مگر علم خرچ کرنے سے ختم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔"

یہی وجہ ہے کہ پہلے زمانہ میں:-

"ہر عالم اپنی جگہ ایک دار العلوم تھا۔ سفر میں۔ حضر میں۔ مسجد میں گھر میں، ہر جگہ طالبانِ علم اسے گھیرے رہتے تھے۔ اور وہ اپنے علم سے بے خوف و خطر سب کو پوری آزادی و فیاضی سے سیراب کرتا تھا۔" (العلم والعلماء ۲۱)

اور اسی وجہ سے ان کی عزت و عظمت۔ محبوبیت و مقبولیت حکمرانوں سے زیادہ ہوتی تھی۔ طلباء۔ ان کا انتہائی ادب و احترام کرتے تھے۔ ان پر پروانہ دار نثار ہوتے تھے۔ اور اساتذہ طلباء کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز و مقرب رکھتے تھے۔ اور اس طرح شمع علم فروزاں رہتی تھی۔

لیکن اب تہذیب جدید کی روشنی میں تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے جب سے علم مسجدوں اور خانقاہوں سے سکولوں اور کالجوں میں منتقل ہوا ہے علم فروشی کی باقاعدہ دکانیں کھل گئی ہیں۔ اور اسے جلبِ زر کا ایک ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ علم کو فراخی اور فیاضی کے ساتھ خرچ کرنے کی بجائے اب اسے ناپ تول کر بیچا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے علم بے نور ہو کر رہ گیا ہے۔ طلبا کو جو کچھ پڑھایا جاتا ہے: وہ بے نوری کی وجہ سے ان کے ذہن نشین نہیں ہوتا

اور ہر سال کثیر تعداد میں طلبا امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ دوسری طرف اساتذہ کی آمدنی سے برکت اُٹھ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کی آمدنی ان کو مکتفی نہیں ہوتی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

" اس امت کے عالم دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جسے خدا نے علم بخشا اور اس نے بے دریغ لوگوں کو سکھایا۔ اس پر نہ سونا چاندی لیا نہ کوئی اور بدلہ چاہا۔ ایسے عالموں کے لئے آسمان کے پرند۔ زمین کے چرند۔ پانی کی مچھلیاں اور کراماً کاتبین سبھی دعا کرتے ہیں۔ اور دوسرا وہ ہے۔ جسے خدا نے دولت علم عطا فرمائی۔ مگر اس نے خدا کے بندوں سے بخل کیا۔ اس پر سونا چاندی لیا۔ اور دنیاوی نفع کا خواہش مند ہوا۔ تو ایسا علم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آتشین لگام چڑھی ہوگی۔"

علم کی بے نوری اور آمدنی کی بے برکتی کو دور کرنے کے لئے ٹیوشن کا دروازہ کھولا گیا ہے۔ جس کی خاطر سکول یا کالج میں اکثر پوری توجہ سے نہیں پڑھایا جاتا۔ اس سے ٹیوشن کا جواز پیدا کر کے، اس کی ترغیب دی جاتی ہے۔ ٹیوشن میں مزید کشش پیدا کرنے کے لئے امتحان میں کامیابی کی ضمانت دی جاتی ہے۔ اور ٹیوشن پڑھنے والوں کو "خاص طور" پر ایسے سوال مشقاً حل کرا دیئے جاتے ہیں۔ جن کا دوسرے دن پرچہ امتحان میں آنا "یقینی" ہوتا ہے اس

لیے اب طلبا زیادہ تر ٹیوشن پہ انحصار کرتے ہیں۔ یہ اسی عدم توجہی اور مفاد پرستی کا نتیجہ ہے کہ

(۱) طلبا میں لیاقت اور قابلیت پیدا نہیں ہوتی۔
(۲) یونیورسٹی کے امتحانوں میں ساٹھ فیصد کے قریب طلبا فیل ہو جاتے ہیں۔
(۳) پاس ہونے والے طلبا کی اکثریت تھرڈ ڈیژن میں آتی ہے۔
(۴) ٹیوشن پڑھنے والے طلبا نمایاں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔

شرعی قاعدہ یہ ہے، کہ ایک معمار ٹھیکہ کی صورت میں جتنا کام روزانہ کرتا ہے۔ اجرت پہ بھی اسے اتنا ہی کام روزانہ کرنا چاہیئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا۔ تو پھر وہ اپنی حلال روزی کو حرام بنا کر کھاتا ہے۔ اگر اساتذہ کرام بھی طلبا کو اتنی ہی توجہ اور کوشش سے سکول یا کالج میں پڑھائیں جتنی توجہ سے وہ ٹیوشن کے وقت پڑھاتے ہیں۔ تو صورت حال بالکل مختلف ہو۔ اندریں حالات ٹیوشن کا جواز پیدا کرنا اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ جو رشوت کا ایک شعبہ ہے۔

## رشوت اور ڈاکٹر

فرض عبادات کے بعد افضل ترین عبادت خدمتِ خلق ہے۔ ماں کی مامتا مشہور ہے مگر حق تعالےٰ کو اپنی مخلوق اس سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ بروایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

"وہ اپنی مخلوق پر ماں سے زیادہ مہربان ہے۔" (بخاری شریف)
اس لئے وہ اسے محبوب و مقبول رکھتا ہے۔ جو اس کی مخلوق سے پیار رکھے
اور اس کی خدمت کو فرض سمجھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ حضور نبی کریم ؐ نے فرمایا:۔

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ
لَا یَظْلِمُهٗ وَلَا یُسْلِمُهٗ
وَمَنْ كَانَ فِیْ حَاجَةِ
اَخِیْهِ كَانَ اللّٰهُ فِیْ
حَاجَتِهٖ وَمَنْ فَرَّجَ
عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً مِّنْ
كُرَبِ فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ
كُرْبَةً مِّنْ كُرَبِ
یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَمَنْ
سَتَرَ مُسْلِمًا سَتَرَهُ اللّٰهُ
یَوْمَ الْقِیَامَةِ ۔
(بخاری)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے لہذا
وہ اس پر ظلم نہ کرے۔ اور نہ
اسے رسوا کرے۔ جو شخص اپنے
بھائی کی حاجت روائی میں مصروف
رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حاجت
روائی کرتا ہے۔ جو کسی مسلمان
کی مصیبت دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ
مصائب قیامت میں سے اس کی
مصیبت کو دور کرتا ہے۔ اور جو
شخص کسی مسلمان کا عیب چھپاتا
ہے۔ تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
اس کا عیب چھپائے گا۔

اگر کم از کم انہی باتوں پہ ہی عمل ہو جائے۔ تو ہر شخص اسی دنیا میں جنت کی سی راحت محسوس کرنے لگے۔ مگر اس وقت ان زریں اصولوں کو سراسر نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اور ان کو نظر انداز کرنے میں سب سے زیادہ مہذب تعلیم یافتہ اور مغرب زدہ طبقہ پیش پیش ہے۔ معلمی یا پروفیسری کے بعد دوسرا معزز ترین اور خیر و برکت کا حامل پیشہ حکمت یا ڈاکٹری ہے۔ پہلے زمانہ میں یہ پیشہ خدمت خلق کے طور پہ اختیار کیا جاتا تھا۔ اور اس کے ذریعہ اپنے خالق و مالک کی خوشنودی اور رضا حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ بسم اللہ پڑھ کر نبض دیکھی جاتی تھی۔ ھوالشافی سے نسخہ کی ابتدا کی جاتی تھی اور دل میں مریض کی شفا کے لئے دعا جاری رہتی تھی۔ یہ اسی نیک نیتی کا ثمرہ تھا۔ کہ حکما یا ڈاکٹر دولتِ بصیرت و فراست سے مالا مال ہوتے تھے۔ اور وہ محض مریض کی آواز سنتے۔ شکل دیکھتے یا نبض پر ہاتھ رکھتے ہی مرض کی پوری پوری اور صحیح تشخیص کر لیتے تھے۔ کہ مریض فلاں مرض میں مبتلا ہے۔ ان کا بے غرضانہ، ہمدردانہ اور مشفقانہ رویہ ہی مریض کے رو بصحت ہونے میں بہت بڑا معاون ہوتا تھا۔

مگر اب خدمت اور ہمدردی کا زمانہ نہیں رہا۔ اجرت اور خود غرضی کا دور آ گیا ہے۔ اور ڈاکٹری جلبِ منفعت اور کسبِ زر کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔ جس کی وجہ سے

(۱) اکثر ڈاکٹر بصیرت و فراست سے محروم ہیں۔ اور اپنی روحانی قوت سے مرض کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ اس غرض کے لئے انہیں اپنے مادی وسائل پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ تھوک۔ پیشاب۔ ٹٹی۔ خون وغیرہ ٹیسٹ (TEST) کراتے ہیں۔ بدن کے متعلقہ اعضاء کے ایکسرے لیتے ہیں۔ اور گوناگوں آلات کے استعمال کے بعد کسی نتیجہ پر پہنچتے ہیں۔

(۲) ان کے دلوں سے مروت۔ ہمدردی۔ رحم دلی کا جذبہ اٹھ گیا ہے۔ انسان خواہ کتنی ہی تکلیف میں مبتلا کیوں نہ ہو۔ تڑپ رہا ہو۔ ایڑیاں رگڑ رہا ہو۔ دم توڑ رہا ہو۔ ان کی بلا سے۔ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے باوجود وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔

ڈاکٹروں کو مریضوں کی طرف متوجہ کرنے کے لئے سنہری روپہلی عنایتیں کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

(۱) اکثر ڈاکٹر مریض کو جتنی توجہ سے گھر پر دیکھتے ہیں کلینک میں اتنی توجہ سے نہیں دیکھتے۔ کیونکہ گھر پر مریض کو دیکھنے کی فیس ملتی ہے جو کلینک میں نہیں ملتی۔

(۲) ہسپتالوں میں جتنی توجہ سے پرائیوٹ مریضوں کو دیکھا جاتا ہے۔ اتنی توجہ سے عام مریضوں کو نہیں دیکھا جاتا۔ کیونکہ ان سے کچھ وصول نہیں ہوتا۔

(۳) جنرل وارڈوں میں داخلہ بآسانی نہیں ملتا۔ لیکن اگر متعلقہ ڈاکٹر کو گھر پہ پرائیویٹ مریض کی حیثیت سے مل لیا جائے اور اس کی فیس ادا کر کے مریض کو "ایک نظر" دکھلا دیا جائے۔ تو وارڈ میں جگہ نہ بھی ہو۔ تب بھی اس کے لئے جگہ "پیدا" کر دی جاتی ہے یہ فیس بمنزلہ رشوت ہوتی ہے۔

(۴) اگر مریض ہسپتال میں پرائیویٹ کمرہ لے لے تو پھر ڈاکٹر کا جذبۂ ہمدردی عود کر آتا ہے۔ وہ اس مریض پہ پوری پوری توجہ مبذول کرتا ہے۔ دن میں ایک دو دفعہ صورت حال بھی معلوم کرنے کے لئے ضرور آتا ہے کیونکہ اسے اپریشن فیس میں سے معقول حصّہ ملنے کے علاوہ VISIT یعنی کمرہ میں آ کر دیکھنے کی فیس "قانوناً" الگ ملتی ہے۔

گویا قانون سازوں نے بھی ہسپتالوں کے قواعد بناتے وقت اس بات کو بپیش نظر رکھا ہے کہ :۔

(۱) یہ طبقہ خدمت خلق کی بجائے زر کشی کو مقصودِ زندگی سمجھتا ہے۔

(۲) روپیہ خرچ کئے بغیر اس طبقہ کی صحیح اور پوری توجہ حاصل کرنا قطعاً ممکن نہیں۔

جس کی وجہ سے

(۱) بعض عین اپریشن کی میز پہ مریض کا پیٹ چاک کرنے کے بعد کیس کے سنگین ہونے کا اعلان کر کے مزید فیس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ورنہ

مریض کو اسی حالت میں چھوڑ دینے کی دھمکی دیتے ہیں۔

۱) بعض اپنی ڈسپنسریوں میں عام پیٹنٹ ادویات استعمال کر کے دو آنے کی مالیت کی دوائی کے دو سے پانچ روپے تک وصول کرتے ہیں۔

۲) بعض اپنے مقررہ دکانداروں سے بذریعہ رقعہ مریض یا اس کے تیماردار کے ذریعہ پیٹنٹ ادویات منگا کر، دکانداروں سے کمیشن وصول کرتے ہیں۔

) بعض عیاش لوگوں کو شراب نوشی کیلئے جھوٹے سرٹیفکیٹ یا مارفیا وغیرہ کے ٹیکے فراہم کر کے وارے نیارے کرتے ہیں۔

) بعض مختلف محکموں یا عدالتوں میں پیش کرنے کے لئے دیدہ دانستہ جھوٹے سرٹیفکیٹ جاری کر کے روپیہ کماتے ہیں۔

) بعض ضربات یا پوسٹ مارٹم کا معقول معاوضہ کے عوض غلط نتیجہ دے دیتے ہیں۔ یا خفیف ضربات کو شدید ضربات بنا دیتے ہیں۔

بعض عین عدالتوں میں حلفاً شہادت دیتے وقت اس فریق کو عمداً ناجائز فائدہ پہنچا جاتے ہیں۔ جو ان سے پہلے ساز باز کر چکا ہوتا ہے

بعض اپنے ملک میں تعلیم پانے کے باوجود اپنے ملک و ملت کی خدمت کرنے کی بجائے زیادہ کمانے کی غرض سے غیر ممالک چلے جاتے ہیں۔

۹) بعض کم آمدنی کے خوف سے دیہات میں جانے کی بجائے شہروں میں

رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

غرض کہ اب اس طبقہ کی اکثریت نے اپنے علم اور پیشہ کو ہی رزاق بنا لیا ہے۔ اس سے ہر طرح کا ناجائز مفاد اٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتی۔ خود غرضی اور زر کشی اس کی فطرت بن گئی ہے۔ اسی لئے یہ پیشہ پہلے جتنا معزز تھا۔ اب اتنا ہی بدنام ہو گیا ہے۔ اور ایسے خود غرض اور مفاد پرست ڈاکٹروں کو جلادوں اور قصابوں کے زمرہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:-

" مجھے سب سے زیادہ خوف یہ ہے کہ تین باتیں تمہیں ہلاک نہ کر ڈالیں۔

(۱) بخل، جس کی اطاعت کی جائے۔

(۲) خود غرضی، جس کی پیروی کی جائے۔

(۳) خود پسندی، جسے خصلت بنا لیا جائے۔"

## رشوت اور بے بسی

عصر حاضر میں خیر و شر پھیلانے، ہیجان و اضطراب پیدا کرنے اور لوگوں کے خیالات و نظریات کو بدلنے میں اخبارات کا بہت بڑا حصہ ہے۔ پہلے اخبارات میں تصاویر چھاپنے کا رواج نہ تھا۔ مغرب کی دیکھا دیکھی اب مشرق کے اخبارات نے بھی تصاویر چھاپنی شروع کر دی ہیں۔ شرعی نقطہ نظر سے

تصویر کھنچوانا یا اپنے پاس رکھنا جائز نہیں۔ شہرت اور تسکین قلب کے لئے اہتماماً تصویر کھچوانا اور اخبارات میں شائع کرانا اور بھی بُرا ہے لیکن اب چونکہ اس کا عام رواج ہوگیا ہے۔ اس لئے جمہوری تقاضوں کے تحت اب تصویریں کھچوانا اور شائع کرانا گناہ نہیں سمجھا جاتا۔

آجکل نیکی کی توفیق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ ان میں سے بعض کو توفیق کے ساتھ یہ سعادت بھی نصیب ہوتی ہے، کہ وہ اپنی نیکیوں کی تشہیر نہیں کرتے۔ بلکہ نیکی کر دریا میں ڈال "کے اصُول پر کاربند رہتے ہیں۔ لیکن جو ریا، دنمائش کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ وہ خدا کی بجائے عوام کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور خواص کی نظروں میں محبوب ومقبول بننے کے لئے اپنے کارناموں کی خوب پبلسٹی کراتے ہیں۔ جب سے پبلسٹی کی قدر وقیمت بڑھ گئی ہے۔ لوگوں نے نیکی کر اور دریا میں ڈال — کے اصول کو — نیکی کر اور اخبار میں اچھال سے بدل دیا ہے۔ حالانکہ اخبارات میں اہتماماً ایسے کاموں کی نشر واشاعت سے، ان کا اجر وثواب غارت ہوجاتا ہے۔ البتہ نفس کی تسکین کی صورت ضرور پیدا ہوجاتی ہے۔ اخبارات نے بالعموم اور تصویروں کی اشاعت نے بالخصوص عوام وخواص میں پبلسٹی کا ایسا خبط پیدا کر دیا ہے کہ اکثر وبیشتر افسروں۔ لیڈروں اور ورکروں کی یہ خواہش ہوتی ہے

کہ کسی نہ کسی حیلے بہانے ان کا فوٹو اور تذکرہ اخبارات میں چھپتا رہے۔ اس
لئے تقریبات پہ پہلے دریافت کر لیا جاتا ہے۔ کہ فوٹو گرافر آ گیا ہے یا نہ
اگر اسے دیر ہو جائے۔ تو تقریب کے افتتاح میں تاخیر کر دی جاتی ہے
آجکل پبلسٹی بھی رشوت کا ایک ذریعہ بن گئی ہے۔ جس سے ریا
و نمائش کے مواقع ہاتھ آتے ہیں۔ بعض اخبارات ذاتی مفاد کی خاطر ا
افسروں کی تصاویر اور تذکروں کے ذریعہ خوب پبلسٹی کرتے رہتے ہیں
جن سے واسطہ پڑنے کا امکان ہوتا ہے۔ پبلسٹی کے دلدادہ افسران کبھی
ایسے اخبار والوں سے ترجیحی سلوک کرتے ہیں۔ جو ان کی تسکینِ نفس کا س
پیدا کرتے رہتے ہیں۔ اگر افسران انہیں اہمیت نہ دیں۔ تو پھر اخبار نویس
شاف رپورٹر ان افسران کے قابلِ تعریف کارناموں کا بھی ایسا بلیک آ
کرتے ہیں۔ کہ وہ سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ بہرحال پبلسٹی کے ذریعہ جتن
وسعت سے ریاء و نمائش ہو سکتی ہے۔ اتنی اور کسی ذریعہ سے ممکن
حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ
" پہلا شخص جس کا قیامت کے دن فیصلہ کیا جائے گا۔ وہ ریاء
ہو گا۔ جس نے :-

(۱) خدا کا کام کسی کے دکھلانے کے لئے کیا۔
(۲) نیک عمل لوگوں کے دکھانے اور سنانے کے لئے کیا

(۳) کسی چیز کے ذریعہ دنیا میں اپنی نمائش کی۔
(۴) معاشرہ کے پسندیدہ کاموں کے ذریعہ مقبولیت حاصل کرنی چاہی[1]
ان کو قیامت کے دن لوگوں کے سامنے ذلیل و رسوا کیا جائے گا
اور جہنم کے اس جنگل میں پھینکا جائے گا۔ جس سے جہنم ہر روز چار سو
بار پناہ مانگتا ہے۔" (الترغیب والترہیب)

**رشوت اور ملکیت** قرآن و حدیث سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ تمام باطل طریقوں کی
آمدنی اور ناجائز ذرائع سے کمایا ہوا مال حرام ہوتا ہے۔ حرام کی آمدنی
مِلک نہیں ہوتی۔ اس لئے جو مال بھی باطل اور ناجائز طریقوں یعنی سُود
رشوت۔ چوری۔ جوا۔ جبر۔ دھوکا یا ڈاکہ سے حاصل اور جمع کیا جاتا ہے
وہ مالک کی ملکیت سے نہیں نکلتا۔ بلکہ اصل مالک کی ہی مِلک رہتا ہے
قابض کا قبضہ اس پر غاصبانہ اور ظالمانہ ہوتا ہے اس لئے:۔
" رشوت مِلک نہیں ہوتی۔ اس کا واپس کرنا ضروری ہوتا ہے"۔
(شامی جلد ۴ صہ ۴۲۱)

**رشوت اور توبہ** حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ
" جو جہالت سے بُرا کام کر بیٹھتے ہیں۔ اور فوراً توبہ کر لیتے ہیں

---

[1] در آنحالیکہ وہ عند اللہ ناپسندیدہ ہوں۔ جیسے فلم ایکٹر یا ریڈیو سنگر بننا وغیرہ

تو ان کو اللہ تعالیٰ معاف کر دیتا ہے"

یہ معافی صرف حقوق اللہ میں ملتی ہے۔ حقوق العباد میں نہیں ملتی۔ یوں تو توبہ گناہوں کو ایسے کھا جاتی ہے۔ جیسے ریا نیکیوں کو۔ مگر حقوق العباد کے سلسلہ میں زبانی توبہ مؤثر نہیں ہوتی۔ اس کیلئے عملی توبہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ کہ جن جن سے ناجائز طریق سے مال حاصل کیا گیا ہو۔ یا جن جن کا مال ناجائز ذرائع سے کھایا گیا ہو۔ ان کو ان کا مال یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔ یا ان سے ان کا حق معاف کرایا جائے۔

رشوت کی توبہ یہ ہے۔ کہ جن سے رشوت حاصل کی گئی ہے۔ ان کو واپس کی جائے۔ اگر ان کا پتہ نہ ہو۔ یا بہت کوشش کے باوجود ان کا پتہ نہ چل سکے۔ کہ وہ کہاں رہتے ہیں۔ تو جتنا جتنا روپیہ یا مال جس جس سے لیا تھا۔ اسی قدر روپیہ یا مال، اصل مالکان کی طرف سے خیرات کر دیا جائے۔ تاکہ آخرت کے مواخذہ سے بچ جائے یہاں تک کہ

- اگر کوئی مر جائے۔ اور اس کی کمائی بیع باطل یا ظلم یا رشوت وغیرہ کی ہو۔ تو وارثوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ اس میں سے کچھ نہ لینا چاہیے۔ ان کے لئے یہی بہتر ہے اور ان مالوں کو ان کے مالکوں کو واپس کر دیں۔ اگر ان کو معلوم کر سکیں۔ ورنہ خیرات

کردیں۔ کیونکہ جب واپس کرنا دشوار ہو۔ تو پھر حرام کمائی کو خیرات کر دینا ہی اس کا طریقہ ہے (زیلعی شرح کنز جلد ۶ صـ۲۷)

اس بہانہ سے کہ اب کچھ یاد نہیں کہ کس کس سے کتنا کتنا لیا تھا۔ چھٹکارا نہیں ہوگا۔ اسلئے احتیاط اسی میں ہے کہ جس قدر یاد آئے۔ اس سے کچھ زائد خیرات کر دیا جائے تاکہ گناہ و عذاب کا شبہ ہی نہ رہے۔ مگر اس کا خود استعمال کرنا حلال نہ ہوگا۔ اور نہ ہی ایسی خیرات میں خود کو ثواب ملنے کی نیت کرے کہ بعض علماء سلف کے نزدیک یہ کفر ہے کیونکہ خیرات ایک عبادت ہے۔ اس کو حرام سے منسل کرنا عبادت کی توہین ہے۔

علاوہ ازیں ایسی خیرات سے اجر نہیں ملتا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

مَنِ اکْتَسَبَ مَالًا مِّنْ مَأْثَمٍ فَوَصَلَ بِهٖ رَحْمَهٗ اَوْ تَصَدَّقَ بِهٖ اَوْ اَنْفَقَهٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ جُمِعَ ذَالِكَ كُلُّهٗ جَمِیْعًا فَقُذِفَ بِهٖ جَهَنَّمَ (ابو داؤد)

جو شخص گناہ سے مال کماتا ہے۔ پھر وہ اس سے عزیزوں کی امداد یا صدقہ کرتا ہے۔ یا خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ یہ سب قیامت میں جمع کیا جائے گا۔ اور اس کے ساتھ (اس کا یہ سرمایہ) جہنم میں ڈالا جائے گا۔

# رشوت اور سرمایہ کاری

حق تعالٰی کا فضل وکرم بسا اوقات
مصائب ومشکلات کی شکل میں
نمودار ہوتا ہے۔ کہ مسلمان کو آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے اسی
دنیا میں کفارۂ گناہ کے طور پر تھوڑی سی ــــــ تکلیف دے دی جاتی
ہے۔ اور بسا اوقات اس کا قہر وغضب، لطف وکرم کی صورت میں
نازل ہوتا ہے۔ کہ اسے حبِ مال وجاہ میں گرفتار کر دیا جاتا ہے۔ ایسے
لوگوں کی حالت کی نشاندہی قرآن کریم نے ان الفاظ میں کی ہے۔

وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَيٰوةٍ (بقرہ ۱۱) — آپ انہیں سب لوگوں سے بڑھ کر زندگی پر حریص پائیں گے۔

یہ حرصِ مال وجاہ اور ہوسِ عیش وعشرت انہیں آخرت کی فکر سے
غافل بنا دیتی ہے اور وہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے لگتے ہیں:-

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (اعلٰی ۱) — دراصل تم دنیوی زندگی کو (آخرت پر) مقدم رکھتے ہو۔

اور ہر وقت جائز وناجائز طریقوں سے زر ومال حاصل کرنے کی فکر میں
رہتے ہیں۔ اور کفار کی طرح اس دنیوی زندگی کی ملوی لذتوں پہ مٹے رہتے ہیں

زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (بقرہ ۲۶) — کفار کو دنیا کی زندگی پر فریفتہ کیا گیا ہے۔

کیونکہ انہیں آخرت پر یقین نہیں ہوتا۔ ان کے نزدیک اسی دنیا کی لذت و دولت عیش و عشرت اور جاہ و حشم ہی سب سے بڑی نعمت ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اسے ہی مقصود زندگی بنا لیتے ہیں۔ یہی حالت راشیوں کی ہوتی ہے۔ وہ آخرت کے حساب و کتاب پر صحیح معنوں میں یقین و ایمان نہیں رکھتے۔ اس لئے وہ بے فکری سے رشوت لیتے ہیں۔ اور ثمنِ قلیل کے عوض حق و انصاف کا خون کرتے ہیں۔ اور اس طرح رفتہ رفتہ وہ کبھی کفر کی سرحد تک پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اَلرِّشْوَةُ فِی الْحُکْمِ کُفْرٌ وَّهِیَ بَیْنَ النَّاسِ سُحْتٌ

(طبرانی)

فیصلہ کرنے میں رشوت (لینا) کفر کے قریب ہے۔ اور لوگوں کے درمیان خالص حرام۔

بعض لوگ تو رشوت کا روپیہ بُرے اور بے حیائی کے کاموں مثلاً شراب نوشی، زنا کاری اور قمار بازی وغیرہ پر صرف کر دیتے ہیں اور بعض اسے اپنے عزیز و اقارب کی نظروں سے چھپا کر اپنی تجوریوں یا بینکوں میں جمع کرنے کے عادی بن جاتے ہیں۔ اور اپنے اندوختہ یا بینک بیلنس کو دیکھ دیکھ کر راحت و مسرت حاصل کرتے رہتے ہیں۔ وہ اس سرمایہ کو

خرچ کرنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور اس خوش فہمی یا غلط فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ یہ جمع کردہ سرمایہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے پاس رہے گا۔ کہ اچانک موت کا فرشتہ دستک دینے لگتا ہے۔ جس کی آواز سُن کر تمام عزیز و اقارب جمع ہو جاتے ہیں۔ اور عین زندگی اور موت کی کش مکش کے عالم میں شیطان بھی نمودار ہوتا ہے۔ اور اسے مونس و ہمدرد بن کر کہتا ہے کہ

" اے فلاں ابن فلاں تو نے اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر اور کتنے خطرات مول لے کر یہ دولت جمع کی تھی۔ اور اسے فضل ربی کہا کرتا تھا۔ وہ فضل آج غضب میں بدل رہا ہے۔ تمہارے خدا نے اپنے "دستِ غیب" سے تمہیں آج تک جو کچھ دیا۔ وہ آج تم سے چھیننا چاہتا ہے۔ تم نے جن سے یہ دولت چھپا کر جمع کی تھی۔ یہ آج انہیں اس کا وارث بنانا چاہتا ہے۔ تو زندگی میں جن کی شکل دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔ یہ آج انہی میں یہ تمہارا سرمایۂ زندگی تقسیم کرنا چاہتا ہے۔ اس سے بڑھ کر، تیرے خدا کا، تیرے ساتھ اور ظلم کیا ہو سکتا ہے۔ کہ تیری گاڑھے پسینہ کی کمائی تجھ سے چھین کر دوسروں کے حوالے کرنے والا ہے۔"

یہ زندگی کا سب سے بڑا اور نازک ترین مرحلہ ہوتا ہے۔ جس میں شیطان اپنا آخری حربہ استعمال کرتا ہے۔ حبِ زر میں گرفتار ہونے کی وجہ سے دم واپسیں

شیطان کا یہ وعظ دلنشین مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ اس سے اس کے دل میں خدا کے خلاف غیظ سا پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ کافر ہو کر مرتا ہے گویا

(۱) جس نے رشوت کی کمائی عیش و عشرت میں اڑائی۔ اس نے اپنی عاقبت خراب کی۔

(۲) جس نے اسے نیک کاموں پر خرچ کیا۔ وہ حرام ہونے کی وجہ سے عند اللہ قبول نہ ہوئی اور ضائع گئی۔

(۳) جس نے اسے جمع کیا۔ وہ بالآخر اس سے محروم رہا۔ اور اس کی کمائی دوسروں نے کھائی۔

(۴) اور آخر میں اس حرام کی کمائی کی بدولت خود دوزخ کی ہوا کھائی۔

ایسی کمائی اور سرمایہ کاری کا کیا فائدہ! جس کا آغاز شیریں!! اور انجام تلخ ہو!!! اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:۔

| | |
|---|---|
| اَلَّذِیْ جَمَعَ مَالاً وَّعَدَّدَهٗ | جس نے مال سمیٹا اور گن گن کر |
| یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ | رکھا (وہ کیا) خیال کرتا ہے کہ |
| کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ | اس کا مال ہمیشہ اس کے ساتھ |
| نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ | رہے گا؟ ہرگز نہیں! وہ پھینکا |
| الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ | جائے گا۔ اسی روندنے والی آگ |
| اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ | میں!! اور تو کیا سمجھا؟ کون ہے |

فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ (ہمزہ ۱ تا ۹)
روندنے والی ؟ وہ ایک آگ ہے اللہ کی سلگائی ہوئی۔ جو جھانک لیتی ہے دل کو !!! بڑے بڑے لمبے ستونوں (شعلوں) میں اندر وہ آگ بند کر دی جائے گی۔

یعنی خود اللہ جل شانہ کی سلگائی ہوئی آگ کے لمبے لمبے شعلوں میں ایسے سرمایہ داروں کو بند کر دیا جائے گا۔ جنہوں نے جائز و ناجائز ذرائع سے سرمایہ جمع کر کے ناجائز کاموں پر خرچ کیا۔ یا اسے نیک کاموں پر خرچ کرنے کی بجائے تسکین دل کے لئے تجوریوں اور بینکوں میں بند رکھا۔

## خوشامد اور رشوت

حُبِ مال اور حُبِ جاہ انسان کی باطنی امراض میں شمار ہوتی ہیں۔ انسان حُبِ مال کے تقاضا کے تحت سیم و زر چاہتا ہے۔ اور حُبِ جاہ کی تمنا کے تحت مدح و ثنا کا طالب رہتا ہے۔ نفسِ انسانی دونوں کے حصول سے مسرت و لذت محسوس کرتا ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے انسان کے مدح و ستائش سے محظوظ ہونے کی تین وجوہات لکھی ہیں :-

(۱) چونکہ کمال حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ اور ہر شخص کو مرغوب ہے کہ میرے اندر بھی یہ صفت پیدا ہو۔ لہٰذا نفس اپنی تعریف سے

خوش ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ تعریف کرنے والا میرے کمال سے واقف ہے۔ اسے بیوقوف اور جاہل شخص کی تعریف سے اتنی خوشی نہیں ہوا کرتی۔ جتنی کسی ہوشیار اور عقلمند آدمی کی مدح سے ہوتی ہے۔

(۲) تسخیر خواہش ہر آدمی کو ہے۔ اپنی مدح سنکر چونکہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مداح کے قلب پر میرا قبضہ اور اثر ہو گیا ہے۔ لہذا نفس کو اس میں مزہ آتا ہے۔ اگر کوئی صاحب عزت شخص اس کی تعریف کرے۔ تو زیادہ مسرت ہوتی ہے۔ کوئی محتاج یا بھیک مانگنے والا فقیر مدح کرے۔ تو بالکل خوشی نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس کے قلب پر قبضہ کرنا کوئی کمال یا خوبی نہیں سمجھی جاتی۔

(۳) یہ خیال ہوتا ہے۔ کہ میرے آوازۂ شہرت کے بلند ہونے کا ذریعہ پیدا ہو گیا ہے۔ کیونکہ لوگوں کو میری تعریف کرنے کی طرف توجہ ہوئی ہے۔ اور اب یہ آہستہ آہستہ پھیل کر دنیا بھر میں بہت جلد میری شہرت کرادیگی۔ لہذا نفس مدح سے پھولتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ مجمع میں تعریف ہونے سے جتنی مسرت حاصل ہوتی۔ تنہائی میں مدح ہونے سے اتنی مسرت نہیں ہوتی۔" (اربعین)

تعریف اگر جائز ہے۔ تو مدح ہے۔ اگر ناجائز ہے بلا استحقاق ہے تو خوشامد ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا ذکر ہوا تو ایک اور شخص نے اس کی بہت تعریف کی۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

وَيْحَكَ قَطَعْتَ عُنُقَ صَاحِبِكَ (بخاری) — خرابی ہو تجھ کو۔ تو نے (اس کی تعریف کر کے) اس کی گردن اڑا دی۔

یہ جملہ کئی بار دہرانے کے بعد فرمایا:۔

"اگر تم میں سے کسی کو کسی کی ضرور ہی تعریف کرنا ہے۔ تو یوں کہنا چاہیئے کہ میں اس کو ایسا ایسا سمجھتا ہوں۔ بشرطیکہ وہ اس کے گمان میں ویسا ہو۔ جیسا اس نے کہا۔ ورنہ اس (کے اچھے یا برے ہونے) کا جاننے والا تو خدائے (علیم وبصیر) ہی ہے اور خدا پر کسی کی پاکیزگی بیان نہ کرنی چاہیئے۔" (بخاری)

کیونکہ اس سے کوئی بات بھی چھپی ہوئی نہیں ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے عیاں ہے۔ عیاں راچہ بیان!

جہاں کسی کی جائز تعریف کرنے پر اتنی پابندی ہو۔ وہاں خوشامد کا کوئی تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شریعت میں خوشامد کی سخت ممانعت ہے کیونکہ

(۱) یہ برملا منہ پر کی جاتی ہے۔ جس سے مخاطب کے دل میں غرور پیدا ہوتا ہے۔

(۲) یہ اکثر مبالغہ آمیز۔ غلط۔ بے بنیاد اور جھوٹ ہوتی ہے۔
(۳) اس سے مقصود دوسرے کو دھوکا اور فریب دینا ہوتا ہے۔
حکام کے پاس اربابِ علم و فضل۔ دین و دانش۔ باضمیر و خوددار لوگ شاذ ہی اور وہ بھی کسی مجبوری کی وجہ سے جاتے ہیں۔ کیونکہ قربِ حکام مضر ہوتا ہے۔ ان کے اردگرد زیادہ تر خودغرض اور خوشامدی طبقہ موجود رہتا ہے۔ جس کا مقصد خوشامد درآمد سے حکام کی خوشنودی حاصل کرنا اور اس کی آڑ میں ناجائز مفاد اٹھانا ہوتا ہے۔ بعض حکام ایسے لوگوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ "وہ سب اچھا ہے" کی خوش آئند خبریں سنا کر "صاحب بہادر" کی خوشی اور راحت و اطمینان کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں ایسے حکام عوام سے لاتعلق ہوجانے کی وجہ سے حقائق سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ یہ لوگ حکام کو شیشہ میں اُتارنے کے بعد اہل غرض کو طرح طرح کے سبز باغ دکھلا کر خوب کماتے ہیں۔ اس سے خود بھی عیش اڑاتے ہیں اور

برگِ سبز است تحفۂ درویش

کے طور پہ اس حرام آمدنی سے کچھ تبرکاً" متعلقہ حکام کو بھی پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لئے خوشامد رشوت کا ایک مخفی شعبہ ہے۔ اس سے ایک طرف حکام کو محظوظ و مسرور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنی جیب گرم کرنے

کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔

## تقریبات اور رشوت

رسم افتتاح قدیم زمانہ سے مروج چلی آرہی ہے۔ عہد نبوی میں بھی اس کی مثال ملتی ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ :-

" میں اپنی قوم کا امام ہوں۔ بارش کی صورت میں میرے گھر اور مسجد کے درمیان پانی کی رو جاری ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے میں مسجد نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میرے گھر تشریف لاکر، گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسی جگہ پر مسجد بنا کر بارش کے وقت، اس میں نماز پڑھوں"۔

چنانچہ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام وہاں تشریف لے گئے۔ اور اس کے گھر میں ایک جگہ پر نماز نفل ادا کی۔ اور اسی جگہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ گویا ایک نیک کام کے آغاز وافتتاح کے لئے اپنے وقت کی نیک اور بزرگ ترین ہستی کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ خیر و برکت حاصل ہو۔

تقسیم ہند سے قبل متحدہ ہندوستان میں قومی تقاریب کے افتتاح کے لئے ملک کے نامور سیاست دانوں اور عوام کے محبوب ومقبول

رہنماؤں کو دعوت دی جاتی تھی۔ تعلیمی اداروں کی تقسیم اسناد کی سالانہ تقاریب کے افتتاح کے لئے بھی اربابِ علم و فضل اور دین و دانش کو مدعو کیا جاتا تھا۔ جن کے افکار و خیالات سننے کے لئے لوگ بصد شوق دور دراز سے کھچے چلے آتے تھے۔

لیکن جب سے دور آزادی آیا۔ بقول شیخ اکرام الحق ایڈووکیٹ ؎

حسن گیا اور عشق گیا، اطوار ہی بدلے گئے
ملک کیا بدلا کہ سب اقدار ہی بدلے گئے

اقدار میں ایسا انقلاب آیا کہ :-

(۱) سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کی قدر و قیمت گھٹ گئی۔
(۲) سرکاری حکام اور افسران کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔
(۳) جو اعزازات پہلے خواص کے لئے مخصوص تھے۔ وہ اب حکام کے لئے عام ہو گئے۔
(۴) جو عوام پہلے رہنما پسند تھے۔ وہ زیادہ تر اب حکام پسند بن گئے ہیں۔ اور
(۵) خدا کی رضا حاصل کرنے کی بجائے خوشنودیٔ حکام کے حصول کو ترجیح دینے لگے۔

یہ اسی انقلاب کا نتیجہ ہے کہ :-

الف - جہاں مساجد یا مدارس یا دیگر قومی عمارات کا سنگِ بنیاد اربابِ دین و دانش سے رکھایا جاتا تھا۔ وہاں اب حکام کی خوشنودی کے لئے اعلیٰ حکام یا ان کی بے پردہ بیگمات سے رکھا جاتا ہے۔

ب - جہاں سالانہ یا تعارفی تقریبات کے افتتاح کے لئے قومی مفکرین اور ملی مدبرین کو مدعو کرنے میں فخر محسوس کیا جاتا تھا وہاں اب اعلیٰ حکام کو دعوت دینے میں عزت سمجھی جاتی ہے۔

ج - جہاں ایسی تقریبات پر خدا کی خوشنودی اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت چندے اور عطیات دیئے جاتے تھے۔ وہاں اب حکام کی خوشنودی اور ناجائز مفاد کے حصول کے لئے عطیات دیئے جاتے ہیں۔

اہلِ غرض نے یہ دستور بنا لیا ہے۔ کہ جن رفاہی اداروں کے سرپرست یا صدر اعلیٰ حکام ہوتے ہیں۔ یا جن تقریبات کی صدارت اعلیٰ حکام کرتے ہیں۔ یہ ان کی نظرِ کرم کو اپنی جانب مبذول کرنے کے لئے ان کے رکن بن جاتے ہیں یا انہیں گرانقدر عطیات سے نوازتے ہیں۔ اس سے جہاں اداروں کی امداد ہو لی ہے۔ وہاں حکام کی عزت افزائی یا حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے مگر اکثر حضرات یہ عطیات بطور رشوت اس فنڈ سے دیتے ہیں جو ان کے

کمرشل اداروں نے حکام سے ناجائز مفاد اٹھانے کی غرض سے اکٹھا کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ تقریبات کے خاتمہ کے بعد حسبِ ضرورت ان حکام سے ان کی من مانی قیمت ناجائز مفادات ۔ رعایات اور مراعات کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔ حکام کو بھی طوعاً و کرہاً عوام و خواص سے رابطہ بڑھانے کی غرض سے ایسی دعوتیں قبول کرنا پڑتی ہیں۔ اور بعد میں خوشی یا ناخوشی سے اعزاز بخشنے والوں کی "حوصلہ افزائی" بھی کرنی پڑتی ہے۔ جس کے اثرات بسا اوقات کئی نسلوں تک چلتے ہیں ۔ جو عطیات حکام پرستی یا مفاد پرستی کی نیت سے دیئے جاتے ہیں۔ وہ خیر و برکت کے حامل نہیں ہوتے ۔ وہ رشوت بن جانے کی وجہ سے دینے والے کے لئے مضر و مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ دینے والے کی نیت صحیح نہیں ہوتی۔ مگر لینے والے حاکم پر ان کا کوئی برا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے اس وقت اس بات کا احتمال تک نہیں ہوتا۔ کہ دینے والا بعد میں اس کی کئی گنا قیمت بھی وصول کرے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ :-

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی | تمام اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے (اس کے عمل کا) وہی (نتیجہ مرتب ہوتا) ہے |

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا هٗ يُصِيْبُهَا اَوِامْرَاةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (بخاری)

جس کی اس نے نیت کی ہو۔ لہٰذا جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہوگی۔ وہ اسے پائیگا۔ (اگر) عورت کے لئے (ہوگی تو) اس سے نکاح کرے گا۔ سو (اللہ کے ہاں) اسکی ہجرت اسی (کام) کے لئے (رکھی جاتی) ہے۔ جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

سو جو ایسی تقریبات پر شہرت کے لئے عطیات دیتے ہیں۔ ان کے نام اخبارات چھاپ کر ان کی مشتہری کر دیتے ہیں۔ جو حکام سے ناجائز مفادات اٹھانے کے لئے دیتے ہیں۔ وہ ان سے ان کا نعم البدل حاصل کر لیتے ہیں۔ اپنے عمل کا دُنیا میں بدل پالینے کی وجہ سے آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں رہتا۔ اور جو خدا کی خوشنودی یا اس کی مخلوق کی خدمت کی غرض سے عطیات دیتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ نہ صرف اسی دُنیا میں مہربان ہوتا ہے۔ بلکہ ان کے ایسے چندہ یا عطیہ کو آخرت کے بینک میں جمع کر دیتا ہے۔ اور وہاں پہنچنے پر انہیں سات سو گُنا تک یا اس سے بھی زیادہ انعام و اکرام سے نوازتا ہے۔

## وقت کا ناجائز استعمال

اس دنیا میں بے جان سکوں یا پتھروں کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ وقت ان سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ سیم و زر کے سکے تو کسی نہ کسی صورت میں ہاتھ آسکتے ہیں۔ مگر ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

یہی وجہ ہے کہ انسان کے مقابلہ میں اربابِ قضا و قدر ایک لمحہ بلکہ ایک ثانیہ یا سیکنڈ تک ضائع نہیں کرتے۔ اور نہ وہ انسان کی طرح کسی سے رشوت لیتے ہیں۔ اگر دمِ واپسیں ہفت اقلیم کا شہنشاہ، اپنی ساری مملکت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی نذر کر دے اور اس کے عوض اس سے التجا کرے کہ وہ صرف ایک منٹ یا سیکنڈ کے لئے جان کنی سے رک جائے۔ تاکہ وہ کسی عزیز کو ایک نظر اور دیکھ لے۔ یا اس سے ایک بات کرلے تو وہ اسے ایک منٹ یا سیکنڈ تو کیا پلک جھپکنے کی مہلت بھی نہ دیں گے اور روح قبض کرلیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت ہی دنیا کی سب سے بڑی اہم اور قیمتی شے ہے۔ اسی لئے صاحب عقل و شعور اور صاحبِ اختیار و ارادہ انسان کے مقابلہ سورج۔ چاند اور ستاروں جیسی بے شعور مخلوق، وقت کی پابندی کرتی ہے۔ اور اپنی آمد و رفت میں تاخیر یا تعجیل نہیں کرتی۔ جس کام کا جو وقت مقرر ہے۔ وہ اسی پر ہی ہوتا ہے۔ اس میں

کبھی پس و پیش ممکن نہیں۔

کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ اَوْقَاتِهَا

کارخانۂ قدرت تو خیر بڑی چیز ہے۔ مغرب کی تہذیب و تمدن کی ہم نقالی کرتے ہیں۔ اور اس کی برائیوں کو ہم بڑی سرعت اور مسرت کے ساتھ اپناتے ہیں۔ لیکن وہاں کا یہ عالم ہے۔ کہ اس کا ہر فرد، ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے۔ آئین و قانون کا احترام کرتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے ضابطوں کی پوری پابندی کرتا ہے۔ اپنے کام سے گہرا لگاؤ رکھتا ہے۔ اور اپنے وقت کی صحیح معنوں میں قدر کرتا ہے۔ اور اسے بے جان سکوں کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔ حال ہی میں ایک روزنامہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ:-

"ہندوستان کے ایک صنعت کار کو مغربی جرمنی میں ایک کارخانے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے وہاں ایک کاریگر سے خطاب کرنا چاہا۔ بار بار توجہ دلانے پر بھی کاریگر نے توجہ نہ کی جب کھانے کی گھنٹی بجی۔ اور کاریگر ایک جگہ جمع ہوئے۔ تو اس کاریگر نے، جسے بار بار مخاطب کیا گیا تھا۔ اٹھ کر، ہندوستانی صنعتکار سے ہاتھ ملایا۔ اور تعجب سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے ملک کے کاریگروں سے کام کے وقت بھی باتیں کیا کرتے ہیں۔؟

اگر ہم لوگ بھی آپ کی باتوں پر توجہ کرتے۔ تو تین منٹ ضائع ہو جاتے۔ اور کمپنی کو نقصان پہنچ جاتا۔ ہم یہاں کمپنی کو فائدہ پہنچانے کے لئے آتے ہیں۔ نقصان پہنچانے کے لئے نہیں"!

مفکر اسلام مولانا عبدالماجد دریابادی اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اخبار "صدق جدید" مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۵ء میں لکھتے ہیں کہ:-

"آپ حیرت کرتے ہیں کہ جرمنی تو بالکل ہی برباد ہو گیا تھا ۱۹۴۵ء میں اتحادیوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ پھر چند ہی سال کے اندر اس کے کھنڈر کیسے قصروں اور ایوانوں میں، فیکٹریوں اور کارخانوں میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں، صنعت گاہوں اور تجربہ گاہوں میں تبدیل ہو گئے؟ اس راز کے حل ہونے میں کچھ مدد، اس خبر سے ملی!

اہل ملک سے بڑھ کر سوچنے کی بات یہ اہل ملت کی ہے کہ مسلمانوں کو ایک ایک منٹ کیا، ایک ایک سیکنڈ عزیز ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسے حساب تو ہر لمحہ اور ہر پل کا دینا ہوگا۔ ضائع کرنے کی مہلت تو اسے دم بھر کی نہ ہونی چاہیئے۔ عبادت ہو یا معاملت (اور مسلمان کی کونسی معاملت یا معاشرت، عبادت کے تحت نہیں آسکتی؟) غفلت کی تو چھاؤں بھی

اس پر نہ پڑنا چاہیئے۔ دوسرے جو کچھ بھی کریں۔ مسلمان کے لئے کیا درست ہے کہ دفتروں میں، کچہریوں میں، اسکولوں میں کارخانوں میں، اونگھتا ہوا۔ گپیں ہانکتا ہوا۔ قہقہہ لگاتا ہوا کسی طرح بھی وقت کا خون کرتا ہوا پایا جائے! اسے تعلیم تو اس کی ملی ہے کہ یہ دینوی فریضے تو بہت ہلکی چیز ہیں۔ اس کا کوئی لمحہ یاد الہٰی سے غافل نہ ہونے پائے۔ وقت ہی تو ایک ایسی دولت ہے۔ جس کی قیمت کا مقابلہ خزانۂ دنیا کا کوئی بھی زرد مال نہیں کر سکتا۔"

ہمارے ہاں دفتروں۔ کچہریوں۔ کارخانوں۔ سکولوں۔ کالجوں۔ تجربہ گاہوں وغیرہ میں حکام۔ افسران۔ ملازمان جس بیدردی سے اِدھر اُدھر کی باتوں۔ خوش گپیوں۔ گئی گزری داستانوں۔ نکتہ چینیوں اور عیب جوئیوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس طرح روزانہ کم از کم ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو ہر ملازم ضرور ضائع کرتا ہے۔ اگر صرف جملہ سرکاری حکام۔ افسران۔ ملازمان کی تعداد کا جائزہ لیا جائے۔ اور اس کے مطابق اس وقت اور اس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو ملک و ملت کے نقصانِ عظیم کے صحیح اور خوفناک اعداد و شمار سامنے آجائیں۔ اگر ہر ملازم جتنے وقت کی اجرت یا تنخواہ لیتا ہے۔ اتنا وقت پورا پورا اپنے

فرائض منصبی پر لگائے۔ تو کارکردگی اور پیداوار میں بہت کچھ اضافہ ہو جائے۔ دفتروں سے سرخ فیتہ کا چکر ختم ہو جائے۔ اور نیک نیتی کی وجہ سے اوقات اور آمدنی میں خیر و برکت پیدا ہو جائے۔ ملازمت کے اوقات انسان کی اپنی ملکیت نہیں رہتے۔ بلکہ امانت بن جاتے ہیں ان کو ہنسی مخول۔ گپ شپ۔ تفریح طبع یا اِدھر اُدھر کی باتوں میں صرف کرنا۔ اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ اور حکومت یا آقا و مالک کو نقصان پہنچانا ہے۔ خود خائن و غدار بننا ہے۔ اور اس حکم ربانی کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کو بڑا سخت گناہ ظاہر کر کے فرمایا کہ:-

"جس نے خیانت کی۔ وہ دوزخ میں ہے۔ میں اس کیلئے کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ کیونکہ میں اسے پیغام الٰہی پہنچا چکا ہوں"۔

(بخاری شریف)

## راشی اور شیطان

خدا کی نافرمانی اور ناشکری کا آغاز شیطان نے کیا۔ اسی نے یہ سبق حضرت انسان کو پڑھا کر جنت سے نکلوایا اور اسی منصوبہ کی تکمیل کے لئے

اس کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں آیا۔ اس نے انسانوں میں سے ہی اپنے ہم خیال و ہم مشرب رفیق بنا کر اپنی جماعت "حزب الشیطان" تیار کی۔ جس نے فتنہ و فساد کے ذریعہ لوگوں کو حق و صداقت کی راہ سے ہٹانا شروع کیا۔ شیطان کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لئے اللہ والوں نے بھی اپنی جماعت "حزب اللہ" قائم کی۔ جس نے کتاب و سنت کو اپنا دستور بنایا۔ اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تبلیغ و تلقین کرنے لگے۔ ابتدائے آفرینش سے انسانی برادری انہی دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اور خیر و شر کی کش مکش میں مبتلا ہے۔

اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس سے ڈرے۔ اور اس کے کہنے پر چلے۔ بارگاہِ شیطان میں سب سے زیادہ عزیز و مقرب وہ ہے۔ جو اس کے منصوبوں کو اپنائے۔ اور انہیں مقصود زندگی سمجھ کر پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔ حزب الشیطان میں راشی صفِ اوّل کے لیڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور شیطان کے ہم صفت ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کی جو صفات بیان کی ہیں ان کی روشنی میں راشی بلاشبہ اخوان الشیاطین یعنی شیطان کے بھائی بند نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے :-

(۱) إِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا (بنی اسرائیل ۵۳) — بالتحقیق شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

شیطان ہر صاحبِ ایمان کا دشمن ہے اور راشی ہر صاحب غرض کا۔ دونوں کی نیش زنی کا محل غریب انسان ہے۔ جونہی کسی کا راشی سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ تیندوے کی طرح اسے اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ سانپ کی طرح اسے ڈستا ہے۔ اور جونکوں کی طرح اس کا خون چوستا ہے۔ راشی صرف صاحب غرض کا ہی دشمن نہیں ہوتا بلکہ ملک و ملت کا بھی دشمن ہوتا ہے۔ ذاتی مفاد کے لئے قومی مفاد قربان کر دیتا ہے۔ لوگوں پر ظلم اور زیادتی کر کے، اپنی حکومت کے وقار و اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے۔ معاشرہ میں اس کے خلاف بد دلی اور بد اعتمادی کے جذبات ابھارتا ہے۔ اور حکومت کے لئے مارِ آستین ثابت ہوتا ہے۔

(۲) إِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ (بنی اسرائیل ۵۳) — بے شک شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔

راشی بھی ناجائز۔ ناواجب اور ناحق کی امداد کر کے حقداروں کے دلوں میں عداوت و فسادات کا بیج بوتا ہے۔ ان کے سینوں میں آتشِ انتقام بھڑکاتا ہے۔ انہیں قانون ہاتھ میں لینے پر ابھارتا ہے اور اس طرح معاشرہ میں فتنہ و فساد پھیلاتا ہے۔

(۳) اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ (بقرہ ۲۷/۳) شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے۔

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر انسان کو رزق پہنچانا اپنے ذمہ لیا ہے۔ تاکہ وہ بے فکری سے اس کے احکام بجالائے اور اس کی عبادت کرتا رہے۔ شیطان انسان کو عبادت سے بے فکر بنا دیتا ہے۔ اور اسے تنگ دستی کا خوف دلا کر، دولت جمع کرنے کی فکر میں لگا دیتا ہے۔ رشوت بھی تنگ دستی کے خوف اور امارت کے شوق میں لی جاتی ہے۔ راشی خدا کی ربوبیت اور رزاقیت پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ اسے مسبب الاسباب بھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ کلیۃً اسباب کو رزاق سمجھتا ہے۔ اور اسی لئے انہی پر انحصار رکھتا ہے۔

(۴) اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ (بقرہ ۲۱/۲) وہ (شیطان) تمہیں برے اور بے حیائی کے کاموں کا ہی حکم دیتا ہے۔

رشوت کا کاروبار جب چمکتا ہے۔ تو اس وقت شیطان راشی کو قمار خانوں۔ قحبہ خانوں۔ شراب خانوں۔ ناچ گھروں کی راہ دکھاتا ہے۔ اور انہیں ہر نوع کی برائی اور بے حیائی کے کام سکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ علانیہ اور فخریہ برے اور بے حیائی کے کام کرنے لگتا ہے۔ اور زبان حال سے

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے نعرے لگاتار ہتا ہے۔

| | |
|---|---|
| (۵) اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ | بے شک فضولیات میں اڑا دینے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں |

(بنی اسرائیل ۱۵/۲۷)

تبذیر مال کے بے موقع یعنی محل معصیت پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے زناکاری۔ شراب نوشی۔ قماربازی۔ سینمابینی اور راگ و رنگ میں روپیہ لگانا۔ رشوت کی زیادہ تر آمدنی بمصداق ع

مالِ حرام بود۔ بجائے حرام رفت

ناجائز کاموں اور فضول خرچیوں پر ہی صرف ہوتی ہے۔

اس لئے جو لوگ اپنی ناجائز کارستانیوں کے ذریعہ شیطانی منصوبوں کی تکمیل میں معین و معاون ہوتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے اخوان الشیاطین کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کا تعلق حزب الشیطان سے ہوتا ہے ورنہ مومن شیطان کا اتباع نہیں کر سکتا۔ اور نہ رشوت قبول کر سکتا ہے۔

**راشی اور رنڈی** اسلام کی ابتدائی نبوی یونیورسٹی میں عام یونیورسٹیوں کی طرح ہر ہر مضمون کے لئے الگ الگ پروفیسر مقرر نہیں تھے۔ بلکہ اس میں صرف ایک ہی مامور من اللہ۔ ہمہ صفت موصوف

جامع العلوم ، پروفیسر تھے ۔ جو قرآن کی روشنی میں ، اپنے قول و کردار کے ذریعہ زندگی کے ہر پہلو یعنی مذہبی ۔ معاشی ۔ معاشرتی ۔ اقتصادی ۔ اخلاقی سیاسی ۔ مجلسی اور جلسی غرضکہ جلوت و خلوت سبھی امور کے متعلق اس انداز سے علمی اور عملی تعلیم دیتے تھے ۔ کہ زندگی کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ تاریکی میں نہ رہتا تھا ۔ بلکہ پوری انسانی زندگی کا انگ انگ صاف صاف دکھائی دینے لگتا تھا ۔ ان کی حیثیت عالمگیر تھی ۔ ان کی نظر دور بین تھی ۔ اس لئے اس یونیورسٹی میں جو مسائل زندگی زیر بحث آتے تھے ان کا ماضی ، حال اور مستقبل سب سے تعلق ہوتا تھا ۔

وہاں زیر بحث آنے والے مسائل میں ایک رشوت بھی تھی ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :۔

كُلُّ لَحْمٍ اَنْبَتَهُ السُّحْتُ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ ۔

ہر وہ گوشت (جسم) جو سحت حرام سے بنا (موٹا تازہ ہوا) ہے اس کی حق دار دوزخ ہے ۔

قِيْلَ وَمَا السُّحْتُ قَالَ الرِّشْوَةُ

(کنز العمال)

پوچھا گیا کہ سحت حرام کیا ہے فرمایا ! رشوت !!

رشوت کی آمدنی حرام ہونے کے علاوہ کتنی نجس و ناپاک ہے ۔ اس

(۲) یہ اکثر مبالغہ آمیز۔ غلط۔ بے بنیاد اور جھوٹ ہوتی ہے۔

(۳) اس سے مقصود دوسرے کو دھوکا اور فریب دینا ہوتا ہے۔

حکام کے پاس اربابِ علم وفضل۔ دین و دانش۔ باضمیر و خوددار لوگ شاذ ہی اور وہ بھی کسی مجبوری کی وجہ سے جاتے ہیں۔ کیونکہ قربِ حکام مضر ہوتا ہے۔ ان کے اردگرد زیادہ تر خود غرض اور خوشامدی طبقہ موجود رہتا ہے۔ جس کا مقصد خوشامد درآمد سے حکام کی خوشنودی حاصل کرنا اور اس کی آڑ میں ناجائز مفاد اٹھانا ہوتا ہے۔ بعض حکام ایسے لوگوں کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ "وہ سب اچھا ہے" کی خوش آئند خبریں سنا کر "صاحب بہادر" کی خوشی اور راحت و اطمینان کا سامان پیدا کرتے رہتے ہیں ایسے حکام عوام سے لاتعلق ہوجانے کی وجہ سے حقائق سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ یہ لوگ حکام کو شیشہ میں اتارنے کے بعد اہل غرض کو طرح طرح کے سبز باغ دکھلا کر خوب کماتے ہیں۔ اس سے خود بھی عیش اڑاتے ہیں اور

برگِ سبز است تحفۂ درویش

کے طور پہ اس حرام آمدنی سے کچھ "تبرکاً" متعلقہ حکام کو بھی پہنچاتے رہتے ہیں۔ اس لئے خوشامد رشوت کا ایک مخفی شعبہ ہے۔ اس سے ایک طرف حکام کو محظوظ و مسرور کیا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنی جیب گرم کرنے

کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔

## تقریبات اور رشوت

رسم افتتاح قدیم زمانہ سے مروج چلی آرہی ہے۔ عہد نبوی میں بھی اس کی مثال ملتی ہے۔ صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کی کہ:۔

"میں اپنی قوم کا امام ہوں۔ بارش کی صورت میں میرے گھر اور مسجد کے درمیان پانی کی رو جاری ہو جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے میں مسجد نہیں جا سکتا۔ اس لئے میں چاہتا ہوں۔ کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر، گھر میں ایک جگہ نماز ادا فرمائیں تاکہ میں اسی جگہ پر مسجد بنا کر بارش کے وقت، اس میں نماز پڑھوں"۔

چنانچہ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معہ صحابہ کرام وہاں تشریف لے گئے۔ اور اس کے گھر میں ایک جگہ پر نماز نفل ادا کی۔اور اسی جگہ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ گویا ایک نیک کام کے آغاز و افتتاح کے لئے اپنے وقت کی نیک اور بزرگ ترین ہستی کا انتخاب کیا گیا۔ تاکہ خیر و برکت حاصل ہو۔

تقسیم ہند سے قبل متحدہ ہندوستان میں قومی تقاریب کے افتتاح کے لئے ملک کے نامور سیاست دانوں اور عوام کے محبوب و مقبول

ہنماؤں کو دعوت دی جاتی تھی۔ تعلیمی اداروں کی تقسیم اسناد کی سالانہ
ماریب کے افتتاح کے لئے بھی اربابِ علم و فضل اور دین و دانش
مدعو کیا جاتا تھا۔ جن کے افکار و خیالات سننے کے لئے لوگ بصد شوق
بر دراز سے کھنچے چلے آتے تھے۔

لیکن جب سے دورِ آزادی آیا۔ بقول شیخ اکرام الحق ایڈووکیٹ ؎

حسن کیا اور عشق کیا، اطوار ہی بدلے گئے
ملک کیا بدلا کہ سب اقدار ہی بدلے گئے

اقدار میں ایسا انقلاب آیا کہ :۔

سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کی قدر و قیمت گھٹ گئی۔
سرکاری حکام اور افسران کی قدر و منزلت بڑھ گئی۔
جو اعزازات پہلے خواص کے لئے مخصوص تھے۔ وہ اب حکام
کے لئے عام ہو گئے۔
جو عوام پہلے رہنما پسند تھے۔ وہ زیادہ تر اب حکام پسند
بن گئے ہیں۔ اور
خدا کی رضا حاصل کرنے کی بجائے خوشنودیٔ حکام کے حصول
کو ترجیح دینے لگے۔
اس انقلاب کا نتیجہ ہے کہ :۔

الف ۔ جہاں مساجد یا مدارس یا دیگر قومی عمارات کا سنگِ بنیاد اربابِ دین و دانش سے رکھایا جاتا تھا۔ وہاں اب حکام کی خوشنودی کے لئے اعلیٰ حکام یا ان کی بے پردہ بیگمات سے رکھا جاتا ہے۔

ب ۔ جہاں سالانہ یا تعارفی تقریبات کے افتتاح کے لئے قومی مفکرین اور ملی مدبّرین کو مدعو کرنے میں فخر محسوس کیا جاتا تھا وہاں اب اعلیٰ حکام کو دعوت دینے میں عزت سمجھی جاتی ہے۔

ج ۔ جہاں ایسی تقریبات پر خدا کی خوشنودی اور خدمت خلق کے جذبہ کے تحت چندے اور عطیات دیئے جاتے تھے۔ وہاں اب حکام کی خوشنودی اور ناجائز مفاد کے حصول کے لئے عطیات دیتے جاتے ہیں۔

اہلِ غرض نے یہ دستور بنا لیا ہے۔ کہ جن رفاہی اداروں کے سرپرست یا صدر اعلیٰ حکام ہوتے ہیں۔ یا جن تقریبات کی صدارت اعلیٰ حکام کرتے ہیں۔ یہ ان کی نظر کرم کو اپنی جانب مبذول کرنے کے لئے ان کے رکن بن جاتے ہیں یا انہیں گرانقدر عطیات سے نوازتے ہیں۔ اس سے جہاں اداروں کی امداد ہوتی ہے۔ وہاں حکام کی عزت افزائی یا حوصلہ افزائی بھی ہوتی ہے مگر اکثر حضرات یہ عطیات بطور رشوت اس فنڈ سے دیتے ہیں جو ان

کمرشل اداروں نے حکام سے ناجائز مفاد اٹھانے کی غرض سے اکٹھا کیا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ تقریبات کے خاتمہ کے بعد حسبِ ضرورت ان حکام سے ان کی من مانی قیمت ناجائز مفادات۔ رعایات اور مراعات کی صورت میں وصول کرتے ہیں۔ حکام کو بھی طوعاً و کرہاً عوام و خواص سے رابطہ بڑھانے کی غرض سے ایسی دعوتیں قبول کرنا پڑتی ہیں۔ اور بعد میں خوشی یا ناخوشی سے اعزاز بخشنے والوں کی "حوصلہ افزائی" بھی کرنی پڑتی ہے۔ جس کے اثرات بسا اوقات کئی نسلوں تک چلتے ہیں۔ جو عطیات حکام پرستی یا مفاد پرستی کی نیت سے دیئے جاتے ہیں۔ وہ خیر و برکت کے حامل نہیں ہوتے۔ وہ رشوت بن جانے کی وجہ سے دینے والے کے لئے مضر و مہلک ثابت ہوتے ہیں۔ کیونکہ دینے والے کی نیت صحیح نہیں ہوتی۔ مگر لینے والے حاکم پر ان کا کوئی برا اثر مرتب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسے اس وقت اس بات کا احتمال تک نہیں ہوتا۔ کہ دینے والا بعد میں اس کی کئی گنا قیمت بھی وصول کرے گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:-

| | |
|---|---|
| اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِءٍ مَا نَوٰی | تمام اعمال کے نتائج نیتوں پر موقوف ہیں۔ اور ہر شخص کے لئے (اس کے عمل کا) وہی (نتیجہ مرتب ہوتا) ہے |

فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهُ إِلَىٰ دُنْيَا هُ يُصِيبُهَا اَوِامْرَاةٍ يَنْكِحُهَا فَهِجْرَتُهُ إِلَىٰ مَا هَاجَرَ اِلَيْهِ (بخاری)

جس کی اس نے نیت کی ہو. لہٰ
جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہوگ
وہ اسے پائیگا. (اگر) عورت ک
لئے (ہوگی تو) اس سے نکاح
کرے گا. سو (اللہ کے ہاں) ا
ہجرت اسی (کام) کے لئے (
جاتی) ہے. جس کے لئے اس
ہجرت کی.

سو جو ایسی تقریبات پر شہرت کے لئے عطیات دیتے ہیں. ان
کے نام اخبارات چھاپ کر ان کی مشتہری کر دیتے ہیں. جو حکام سے
ناجائز مفادات اٹھانے کے لئے دیتے ہیں. وہ ان سے ان کا نعم البد
حاصل کر لیتے ہیں. اپنے عمل کا دنیا میں بدل پا لینے کی وجہ سے آخرت میں
ان کا کوئی حصہ نہیں رہتا. اور جو خدا کی خوشنودی یا اس کی مخلوق کی خد
کی غرض سے عطیات دیتے ہیں. ان پر اللہ تعالیٰ نہ صرف اسی دنیا میں
مہربان ہوتا ہے. بلکہ ان کے ایسے چندہ یا عطیہ کو آخرت کے بنک میں
جمع کر دیتا ہے. اور وہاں پہنچنے پر انہیں سات سو گنا تک یا اس سے بھی
زیادہ انعام و اکرام سے نوازتا ہے.

## وقت کا ناجائز استعمال

اس دنیا میں بے جان سکوں یا پتھروں کو سب سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا ہے۔ حالانکہ وقت ان سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ کیونکہ سیم و زر کے سکے تو کسی نہ کسی صورت میں ہاتھ آسکتے ہیں۔ مگر ع

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

یہی وجہ ہے کہ انسان کے مقابلہ میں اربابِ قضا و قدر ایک لمحہ بلکہ ایک ثانیہ یا سیکنڈ تک ضائع نہیں کرتے۔ اور نہ وہ انسان کی طرح کسی سے رشوت لیتے ہیں۔ اگر دمِ واپسیں ہفت اقلیم کا شہنشاہ، اپنی ساری مملکت حضرت عزرائیل علیہ السلام کی نذر کر دے اور اس کے عوض اس سے التجا کرے کہ وہ صرف ایک منٹ یا سیکنڈ کے لئے جان کنی سے رک جائے۔ تاکہ وہ کسی عزیز کو ایک نظر اور دیکھ لے۔ یا اس سے ایک بات کر لے تو وہ اسے ایک منٹ یا سیکنڈ تو کیا پلک جھپکنے کی مہلت بھی نہ دیں گے اور روح قبض کر لیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وقت ہی دنیا کی سب سے بڑی اہم اور قیمتی شے ہے۔ اسی لئے صاحب عقل و شعور اور صاحبِ اختیار و ارادہ انسان کے مقابلہ سورج۔ چاند اور ستاروں جیسی بے شعور مخلوق، وقت کی پابندی کرتی ہے۔ اور اپنی آمد و رفت میں تاخیر یا تعجیل نہیں کرتی۔ جس کام کا جو وقت مقرر ہے۔ وہ اسی پر ہی ہوتا ہے۔ اس میں

کبھی پس و پیش ممکن نہیں۔

کُلُّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ اَوْقَاتِهَا

کارخانۂ قدرت تو خیر بڑی چیز ہے۔ مغرب کی تہذیب و تمدن کی ہم نقالی کرتے ہیں۔ اور اس کی برائیوں کو ہم بڑی سرعت اور مسرت کے ساتھ اپناتے ہیں۔ لیکن وہاں کا یہ عالم ہے۔ کہ اس کا ہر فرد، ذمہ داری کا احساس رکھتا ہے۔ آئین و قانون کا احترام کرتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے ضابطوں کی پوری پابندی کرتا ہے۔ اپنے کام سے گہرا لگاؤ رکھتا ہے۔ اور اپنے وقت کی صحیح معنوں میں قدر کرتا ہے۔ اور اسے بے جان سکوں کے مقابلہ میں زیادہ قیمتی سمجھتا ہے۔ حال ہی میں ایک روزنامہ میں یہ خبر شائع ہوئی کہ :-

" ہندوستان کے ایک صنعت کار کو مغربی جرمنی میں ایک کارخانے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور اس نے وہاں ایک کاریگر سے خطاب کرنا چاہا۔ بار بار توجہ دلانے پر بھی کاریگر نے توجہ نہ کی جب کھانے کی گھنٹی بجی۔ اور کاریگر ایک جگہ جمع ہوئے۔ تو اس کاریگر نے، جسے بار بار مخاطب کیا گیا تھا۔ اٹھ کر، ہندوستانی صنعتکار سے ہاتھ ملایا۔ اور تعجب سے پوچھا کہ کیا آپ اپنے ملک کے کاریگروں سے کام کے وقت بھی باتیں کیا کرتے ہیں۔؟

اگر ہم لوگ بھی آپ کی باتوں پر توجہ کرتے۔ تو تین منٹ ضائع ہو جاتے۔ اور کمپنی کو نقصان پہنچ جاتا۔ ہم یہاں کمپنی کو فائدہ پہنچانے کے لئے آتے ہیں۔ نقصان پہنچانے کے لئے نہیں"!

مفکر اسلام مولانا عبدالماجد دریابادی اس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنے اخبار "صدق جدید" مورخہ ۲۳ر اپریل ۱۹۶۵ء میں لکھتے ہیں کہ:-

" آپ حیرت کرتے ہیں کہ جرمنی تو بالکل ہی برباد ہو گیا تھا ۱۹۴۵ء میں اتحادیوں نے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی۔ پھر چند ہی سال کے اندر اس کے کھنڈر کیسے قصروں اور ایوانوں میں، فیکٹریوں اور کارخانوں میں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں، صنعت گاہوں اور تجربہ گاہوں میں تبدیل ہو گئے؟
اس راز کے حل ہونے میں کچھ مدد، اس خبر سے ملی!

اہل ملک سے بڑھ کر سوچنے کی بات یہ اہل ملت کی ہے کہ مسلمانوں کو ایک ایک منٹ کیا، ایک ایک سیکنڈ عزیز ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اسے حساب تو ہر لمحہ اور ہر پل کا دینا ہوگا۔ ضائع کرنے کی مہلت تو اسے دم بھر کی نہ ہونی چاہیئے۔ عبادت ہو یا معاملت (اور مسلمان کی کونسی معاملت یا معاشرت عبادت کے تحت نہیں آسکتی؟) غفلت کی تو چھاؤں بھی

اس پر نہ پڑنا چاہیئے۔ دوسرے جو کچھ بھی کریں مسلمان کے لئے کیا درست ہے کہ دفتروں میں، کچہریوں میں، اسکولوں میں کارخانوں میں، اونگھتا ہوا۔ گپیں ہانکتا ہوا۔ قہقہہ لگاتا ہوا کسی طرح بھی وقت کا خون کرتا ہوا پایا جائے! اسے تعلیم تو اس کی ملی ہے کہ یہ دینوی فریضے تو بہت ہلکی چیز ہیں۔ اس کا کوئی لمحہ یاد الٰہی سے غافل نہ ہونے پائے۔ وقت ہی تو ایک ایسی دولت ہے۔ جس کی قیمت کا مقابلہ خزانۂ دنیا کا کوئی بھی زر و مال نہیں کر سکتا۔"

ہمارے ہاں دفتروں۔ کچہریوں۔ کارخانوں۔ سکولوں۔ کالجوں۔ تجربہ گاہوں وغیرہ میں حکام۔ افسران۔ ملازمان جس بیدردی سے اِدھر اُدھر کی باتوں۔ خوش گپیوں۔ گئی گزری داستانوں نکتہ چینیوں اور عیب جوئیوں میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس طرح روزانہ کم از کم ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو ہر ملازم ضرور ضائع کرتا ہے۔ اگر صرف جملہ سرکاری حکام۔ افسران۔ ملازمان کی تعداد کا جائزہ لیا جائے۔ اور اس کے مطابق اس وقت اور اس کی قیمت کا اندازہ لگایا جائے تو ملک و ملت کے نقصانِ عظیم کے صحیح اور خوفناک اعداد و شمار سامنے آجائیں۔ اگر ہر ملازم جتنے وقت کی اجرت یا تنخواہ لیتا ہے۔ اتنا وقت پورا پورا اپنے

فرائض منصبی پر لگائے۔ تو کارکردگی اور پیداوار میں بہت کچھ اضافہ ہو جائے۔ دفتروں سے سرخ فیتہ کا چکر ختم ہو جائے۔ اور نیک نیتی کی وجہ سے اوقات اور آمدنی میں خیر و برکت پیدا ہو جائے۔ ملازمت کے اوقات انسان کی اپنی ملکیت نہیں رہتے۔ بلکہ امانت بن جاتے ہیں ان کو ہنسی مخول، گپ شپ۔ تفریح طبع یا اِدھر اُدھر کی باتوں میں صرف کرنا۔ اپنے منصب کا ناجائز فائدہ اٹھانا ہے۔ اور حکومت یا آقا و مالک کو نقصان پہنچانا ہے۔ خود خائن و غدار بننا ہے۔ اور اس حکم ربانی کی خلاف ورزی کرنا ہے۔

وَتَخُونُوٓا اَمٰنٰتِكُمْ آپس کی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیانت کو بڑا سخت گناہ ظاہر کرکے فرمایا کہ:۔

"جس نے خیانت کی۔ وہ دوزخ میں ہے۔ میں اس کیلئے کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ کیونکہ میں اسے پیغام الٰہی پہنچا چکا ہوں"۔

(بخاری شریف)

## راشی اور شیطان

خدا کی نافرمانی اور ناشکری کا آغاز شیطان نے کیا۔ اسی نے یہ سبق حضرت انسان کو پڑھا کر جنت سے نکلوایا اور اسی منصوبہ کی تکمیل کے لئے

اس کے ساتھ ساتھ اس دنیا میں آیا۔ اس نے انسانوں میں سے ہی اپنے ہم خیال و ہم مشرب رفیق بنا کر اپنی جماعت "حزب الشیطان" تیار کی۔ جس نے فتنہ و فساد کے ذریعہ لوگوں کو حق و صداقت کی راہ سے ہٹانا شروع کیا۔ شیطان کے شر سے لوگوں کو بچانے کے لئے اللہ والوں نے بھی اپنی جماعت "حزب اللہ" قائم کی۔ جس نے کتاب و سنت کو اپنا دستور بنایا۔ اور اسی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تبلیغ و تلقین کرنے لگے۔ ابتدائے آفرینش سے انسانی برادری انہی دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ اور خیر و شر کی کش مکش میں مبتلا ہے۔

اللہ جل شانہٗ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس سے ڈرے اور اس کے کہنے پر چلے۔ بارگاہِ شیطان میں سب سے زیادہ عزیز و مقرب وہ ہے۔ جو اس کے منصوبوں کو اپنائے۔ اور انہیں مقصود زندگی سمجھ کر پایۂ تکمیل کو پہنچائے۔ حزب الشیطان میں راشی صفِ اول کے لیڈر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور شیطان کے ہم صفت ہونے کی وجہ سے اس کا زیادہ مقرب ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کی جو صفات بیان کی ہیں ان کی روشنی میں راشی بلاشبہ اخوان الشیاطین یعنی شیطان کے بھائی بند نظر آتے ہیں۔

قرآن کریم کی رو سے :-

(۱) اِنَّ الشَّیْطٰنَ کَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا (بنی اسرائیل ۵۳/۱۵) — بالتحقیق شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

شیطان ہر صاحبِ ایمان کا دشمن ہے اور راشی ہر صاحب غرض کا۔ دونوں کی نیش زنی کا محل غریب انسان ہے۔ جونہی کسی کا راشی سے واسطہ پڑتا ہے۔ وہ تیندوے کی طرح اسے اپنے جال میں پھنساتا ہے۔ سانپ کی طرح اسے ڈستا ہے۔ اور جونکوں کی طرح اس کا خون چوستا ہے۔ راشی صرف صاحب غرض کا ہی دشمن نہیں ہوتا بلکہ ملک وملت کا بھی دشمن ہوتا ہے۔ ذاتی مفاد کے لئے قومی مفاد قربان کر دیتا ہے۔ لوگوں پر ظلم اور زیادتی کر کے، اپنی حکومت کے وقار و اعتماد کو ٹھیس پہنچاتا ہے معاشرہ میں اس کے خلاف بد دلی اور بد اعتمادی کے جذبات ابھارتا ہے۔ اور حکومت کے لیے مارِ آستین ثابت ہوتا ہے۔

(۲) اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ (بنی اسرائیل ۵۳/۱۵) — بے شک شیطان لوگوں میں فساد ڈلواتا ہے۔

راشی بھی ناجائز۔ ناواجب اور ناحق کی امداد کر کے حقداروں کے دلوں میں عداوت و فسادات کا بیج بوتا ہے۔ ان کے سینوں میں آتشِ انتقام بھڑکاتا ہے۔ انہیں قانون ہاتھ میں لینے پر ابھارتا ہے اور اس طرح معاشرہ میں فتنہ و فساد پھیلاتا ہے۔

(۳) اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ — شیطان تمہیں تنگ دستی سے ڈراتا ہے۔ (بقرہ ۲۷)

حق تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہر انسان کو رزق پہنچانا اپنے ذمہ لیا ہے۔ تاکہ وہ بے فکری سے اس کے احکام بجالائے اور اس کی عبادت کرتا رہے۔ شیطان انسان کو عبادت سے بے فکر بنا دیتا ہے۔ اور اسے تنگ دستی کا خوف دلا کر، دولت جمع کرنے کی فکر میں لگا دیتا ہے۔ رشوت بھی تنگ دستی کے خوف اور امارت کے شوق میں لی جاتی ہے۔ راشی خدا کی ربوبیت اور رزاقیت پر ایمان نہیں رکھتا۔ وہ اسے مسبب الاسباب بھی نہیں سمجھتا۔ بلکہ کلیتہً اسباب کو رزاق سمجھتا ہے۔ اور اسی لئے انہی پر انحصار رکھتا ہے۔

(۴) اِنَّمَا یَاْمُرُکُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ — وہ (شیطان) تمہیں برے اور بے حیائی کے کاموں کا ہی حکم دیتا ہے۔ (البقرہ ۲۱)

رشوت کا کاروبار جب چمکتا ہے۔ تو اس وقت شیطان راشی کو قمار خانوں۔ قحبہ خانوں۔ شراب خانوں۔ ناچ گھروں کی راہ دکھاتا ہے۔ اور انہیں ہر نوع کی برائی اور بے حیائی کے کام سکھاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ علانیہ اور فخریہ برے اور بے حیائی کے کام کرنے لگتا ہے۔ اور زبان حال سے

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

کے نعرے لگاتا رہتا ہے۔

⑤ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ — بے شک فضولیات میں اڑا دینے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں

(بنی اسرائیل ۱۵/۳)

تبذیر مال کے بے موقع یعنی محل معصیت پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ جیسے زناکاری۔ شراب نوشی۔ قماربازی۔ سینمابینی اور راگ و رنگ میں روپیہ لگانا۔ رشوت کی زیادہ تر آمدنی بمصداق ؎

مالِ حرام بود۔ بجائے حرام رفت

ناجائز کاموں اور فضول خرچیوں پر ہی صرف ہوتی ہے۔

اس لئے جو لوگ اپنی ناجائز کارستانیوں کے ذریعہ شیطانی منصوبوں کی تکمیل میں معین و معاون ہوتے ہیں۔ وہ ہر لحاظ سے اخوان الشیاطین کے زمرے میں آتے ہیں۔ ان کا تعلق حزب الشیطان سے ہوتا ہے ورنہ مومن شیطان کا اتباع نہیں کر سکتا۔ اور نہ رشوت قبول کر سکتا ہے۔

## راشی اور رنڈی

اسلام کی ابتدائی نبوی یونیورسٹی میں عام یونیورسٹیوں کی طرح ہر ہر مضمون کے لئے الگ الگ پروفیسر مقرر نہیں تھے۔ بلکہ اس میں صرف ایک ہی مامور من اللہ۔ ہمہ صفت موصوف

جامع العلوم، پروفیسر تھے۔ جو قرآن کی روشنی میں، اپنے قول و کردار کے ذریعہ زندگی کے ہر پہلو یعنی مذہبی۔ معاشی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ اخلاقی سیاسی۔ مجلسی اور جنسی غرضیکہ جلوت و خلوت سبھی امور کے متعلق اس انداز سے علمی اور عملی تعلیم دیتے تھے۔ کہ زندگی کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ تاریکی میں نہ رہتا تھا۔ بلکہ پوری انسانی زندگی کا انگ انگ صاف صاف دکھائی دینے لگتا تھا۔ ان کی حیثیت عالمگیر تھی۔ ان کی نظر دوربین تھی۔ اس لئے اس یونیورسٹی میں جو مسائل زندگی زیر بحث آتے تھے ان کا ماضی، حال اور مستقبل سب سے تعلق ہوتا تھا۔

وہاں زیر بحث آنے والے مسائل میں ایک رشوت بھی تھی۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

كُلُّ لَحْمٍ اَنْبَتَهُ السُّحْتُ فَالنَّارُ اَوْلٰى بِهٖ۔

ہر وہ گوشت (جسم) جو سحت حرام سے بنا (موٹا تازہ ہوا) ہے اس کی حق دار دوزخ ہے۔

قِيْلَ وَمَا السُّحْتُ قَالَ الرِّشْوَةُ

(کنز العمال)

پوچھا گیا کہ سحت حرام کیا ہے! فرمایا! رشوت!!

رشوت کی آمدنی حرام ہونے کے علاوہ کتنی نجس و ناپاک ہے۔ اس

کا اندازہ اس ارشادِ نبوی سے لگایا جا سکتا ہے کہ

| | |
|---|---|
| بَابَانِ مِنَ السُّحْتِ يَا كُلُهُمَا النَّاسُ الرُّشَا وَمَهْرُ الزَّانِيَةِ ۔ (کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۱۱) | سخت حرام (آمدنی) کے دو شعبے ہیں جن سے لوگ کھاتے ہیں۔ رشوتیں اور عصمت فروشی کی اجرتیں۔ |

گویا رشوت کی آمدنی اور زنا کی آمدنی قدر و قیمت میں برابر ہیں۔ بالفاظ دیگر عدلیہ اور انتظامیہ کی کرسی پہ بیٹھنے والا ہر راشی حاکم یا افسر یا ملازم اپنے انتہائی اعزاز۔ اکرام۔ اور احترام کے باوجود اپنی ناجائز کمائی کی بنا پر چکلہ میں بیٹھنے والی فاحشہ۔ بدکار اور عصمت فروش رنڈی کے برابر ہے۔ موجودہ معاشرہ نے بھی دونوں کو ایک ہی سطح پر برقرار رکھا ہے۔ کہ جس وقت چاہو اور ان میں سے جس سے چاہو۔ معقول معاوضہ دے کر فائدہ اٹھا لو۔

## راشی اور کتا

حرص بہت بڑی بلا ہے۔ جو انسان اس کی دلدل میں پھنستا ہے۔ وہ پھر بمشکل ہی بچتا ہے۔ مال و جاہ اور شان و شوکت پہ فخر و ناز۔ اور ان کی محبت و طلب انسان کو آخرت فراموش بنا دیتی ہے۔ اس کے دل سے خدا کا خوف اور خشیتِ الٰہی نکال دیتی ہے۔ یہاں تک کہ اسے قبر لقمہ بنا لیتی ہے۔

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ

تم کو بہتات کی حرص نے غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے۔

دنیوی ساز و سامان کی حرص و ہوس۔ دولت جمع کرنے کا ہوکا۔ اور ایک دوسرے پر تفوق و غلبہ پانے کی خواہش حریص انسان کو دنیا کا کُتّا بنا دیتی ہے۔ راشی اور کُتّے کی عادتیں بالکل ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں مثلاً

(۱) کُتّے پر حرص و آز کا اتنا غلبہ ہوتا ہے۔ کہ چلتے پھرتے اس کی ناک بہرحال زمین سونگھنے میں لگی رہتی ہے۔ کہ شاید کہیں سے بوئے طعام آئے اور اسے اپنے تنورِ شکم کو پُر کرنے کا موقعہ ملے۔ راشی بھی اسی طرح ہر قریب آنے والے کو تاڑتا ہے کہ اس کی جیب سے کیا کچھ نکل سکتا ہے تاکہ اس سے حیلہ بہانہ سے پیسے بٹورے جائیں۔

(۲) کُتّا فطرتاً گندہ۔ ناپاک۔ خبیث۔ خسیس۔ ذلیل اور حریص واقع ہوا ہے۔ اسے اگر حلوہ کے مقابلہ میں فضلہ نظر آجائے۔ تو وہ فوراً فضلہ پہ لپکے گا۔ اور اسے بڑی رغبت سے کھائے گا۔ اسے تازہ اور صاف گوشت کے مقابلہ میں مُردار اور بدبودار اشیاء زیادہ پسند ہیں۔ یہ انہیں کھانے میں ویسی لذت محسوس کرتا ہے۔ جیسے راشی انسان

حلال کے مقابلہ میں حرام میں لذت محسوس کرتا ہے۔

(۳) کُتّے کے کبر و غرور کا یہ عالم ہے کہ جس طرح امیر غریب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اسی طرح کتا بھی جونہی کسی خستہ حال اور پھٹے پرانے کپڑوں والے غریب انسان کو آتا دیکھتا ہے۔ تو اسے بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔ بلکہ حملہ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ لیکن اگر اسے کوئی وجیہہ شکل خوش لباس اور بارعب انسان نظر آجائے۔ تو وہ نہایت ہی خوشامدانہ اور چاپلوسانہ انداز میں فوراً اسی طرح دم ہلانے اور اس کے پاؤں پڑنے لگتا ہے۔ جیسے ہر چڑھتے سورج کو سلام کرنے والوں کی عادت ہے۔ بالکل اسی طرح اگر کسی رائش کے سامنے کوئی غریب اہل غرض ہا چلا آئے۔ تو وہ بھنا سا جاتا ہے۔ کہ اس سے اسے ملنے کی کیا کچھ توقع ہو سکتی ہے۔ وہ اسے کُتّے کی طرح گھورتا ہے۔ درشتی سے بات کرتا ہے بلکہ اسے کاٹ کھانے کو دوڑتا ہے۔ اگر اس نے کچھ "لقمہ" اس کے سامنے پھینک دیا تو اس کے حواس کچھ ٹھکانے آتے ہیں۔ ورنہ اس غریب کا اٹھنا ذلیل ہوتا ہے۔ اگر ذرا کوئی خوش وضع قطع کھاتا پیتا آدمی سامنے آجائے اور جس کے بدن سے کچھ بو نکلنے کی امید ہو۔ اس سے خوش خلقی سے پیش آئے گا۔ اور اس کی جیب ذرا شریفانہ انداز سے کاٹے گا۔

۴ کُتّے میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں۔

یہ جونہی اپنے ہم جنس کو دیکھتا ہے۔ اسے بھونکنا شروع کر دیتا ہے
یہی حالت راشی کی ہے۔ جونہی اس کے سامنے اس کا ہم جنس سائل
آتا ہے۔ یہ اس سے کچھ نہ کچھ بٹورنے کے لئے اسے کاٹنے کو دوڑتا ہے
اسے دھتکارتا ہے۔ ہر طرح پریشان و ہراساں کرتا ہے۔ اور جب کچھ
مل جاتا ہے۔ تو نرمی سے پیش آنے لگتا ہے۔

(۵) کتا اتنا حریص ہے کہ لالچی سرمایہ دار اور حریص راشی کے سوا، اس کے
حرص و ہوس کی مثال دوسرے جانوروں میں بھی ڈھونڈنے سے نہیں
ملتی۔ اسی لئے حق تعالٰے نے حریص انسانوں کی کتے سے مثال دی ہے
فرماتے ہیں:۔

| | |
|---|---|
| فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ | ان کی مثال کتے کی سی ہے۔! |
| اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ | کہ اگر تو اس پر بوجھ لادے۔ تو |
| تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ (اعراف ۹/۲۲) | ہانپے !! اور چھوڑ دے تو ہانپے!!! |

کتا دل کی کمزوری کی وجہ سے طبعاً گرم ہوا باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا
اندر کھینچنے پر بآسانی قادر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ اکثر زبان باہر نکالے ہوئے
ہانپتا رہتا ہے۔ آپ خواہ اس پر بوجھ لادیں یا نہ لادیں۔ اس کا ہانپنا نہیں
رکے گا۔ اللہ کی آیات و ہدایات سے منہ موڑنے والے بندگانِ حرص و ہوس
کی بھی یہی حالت ہوتی ہے کہ:۔

(۱) اپنی دنیوی اغراض اور نفسانی خواہشات کی تکمیل میں شب و روز کتّے کی طرح دوڑتے اور ہانپتے رہتے ہیں۔

(۲) جائز و ناجائز ذرائع سے دولت سمیٹنے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۳) ذاتی مفاد پر ملکی و ملّی مفاد کو قربان کر دینے میں یہودیوں کی طرح دیر، دریغ اور تامل نہیں کرتے۔

(۴) اپنے سرمایہ کے روز بروز بڑھنے کے باوجود دوسروں کے پاس دھن دولت دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ اور شب و روز حسد کی آگ میں جلتے رہتے ہیں۔

(۵) دولت کے نشہ میں انسان کو انسان نہیں سمجھتے۔ ان کا فارغ وقت دوسروں کی غیبت کرنے۔ بات بات پر گالیاں دینے۔ بیہودہ اور فضول باتیں کرنے میں گزر جاتا ہے۔

(۶) سارا دن ہائے ہائے کے مقام میں رہتے ہیں اور سبزے[۱] سرخے[۲] سبزے سرخے کرتے رہتے ہیں۔

(۷) زرکشی کی فکر میں وہ اپنے پرائے میں تمیز نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اپنے اوپر عیش و آرام حرام کر لیتے ہیں۔

---

[۱] سو روپے کا نوٹ۔ [۲] پانچ سو روپے کا نوٹ۔

۸ آمدنی زیادہ ہو تو کام کی زیادتی کا رونا روتے ہیں۔ کہ فرصت نہیں ملتی آرام نصیب نہیں ہوتا۔ آمدنی کم ہو جائے تو پھر اس کا رونا روتے ہیں غرض کہ وہ جیتے جی اس دنیا میں آزادی اور فراخی کے باوجود سیم وزر اور حرص و ہوس کے دوزخ میں جلتے اور کباب ہوتے رہتے ہیں اور دوسروں کے لیئے سرمایۂ عبرت بن کر رہ جاتے ہیں۔

## زانی اور لعنت

قرآن کریم میں مندرجہ ذیل صفات کے مالکوں پر لعنت کا ذکر آیا ہے۔

1. شیطان (حجر ۳/۱۴)
2. مشرک (محمد ۹/۲۶)
3. کافر (بقرہ ۳/۲)
4. منافق (احزاب ۵/۲۲)
5. مغرور (قصص ۷/۲۰)
6. بدنیت (احزاب ۵/۲۲)
7. شہوت پرست ( " )
8. ظلم کرنے والا (اعراف ۸/۱۲)
9. حد سے گزرنے والا (مائدہ ۶/۱۵)
10. تہمت لگانے والا (نور ۹/۱۸)

| | |
|---|---|
| (۱۱) دھوکا اور فریب دینے والا | (محمد ۹/۲۶) |
| (۱۲) مسلمان کو ناحق قتل کرنے والا | (نسا ۱۰/۴) |
| (۱۳) خدا سے بدعہدی کرنے والا | (رعد ۹/۱۳) |
| (۱۴) فتنہ و فساد برپا کرنے والا | ( ″ ) |
| (۱۵) اللہ اور اس کے رسول مقبولؐ کو ایذا پہنچانے والا | (احزاب ۴/۲۲) |
| (۱۶) برا کام ہوتا دیکھ کر، نہ روکنے والا | (مائدہ ۱۵/۶) |
| (۱۷) یوم آخرت پر ایمان ویقین نہ رکھنے والا | (اعراف ۱۲/۸) |
| (۱۸) اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کرنے والا | (احزاب ۵/۲۶) |
| (۱۹) خدا کے احکام کے مطابق زندگی بسر نہ کرنے والا | (ہود ۵/۱۲) |
| (۲۰) رسولؐ اور اس کے ارشادات (احادیث) سے انکار کرنے والا | (ہود ۵/۱۲) |
| (۲۱) لوگوں کو اللہ کی راہ سے ہٹانے والا | (اعراف ۱۲/۸) |
| (۲۲) دین حق کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شک و شبہات پیدا کرنے والا | (اعراف ۱۲/۸) |
| (۲۳) اختیار و اقتدار کے نشہ میں عدل وانصاف پر قائم نہ رہنے والا | (محمد ۷/۲۶) |

رشوت لینے دینے والے۔ اور دینے۔ لینے والے کے درمیان واسطہ بننے والے۔ سب انہی زمروں میں آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَعْنَةُ اللّٰہِ عَلَى الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ (ابن ماجہ)

رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

رشوت کا لین دین عام طور پر زر نقد میں ہوتا ہے۔ بعض خوش فہم نقد نہیں لیتے۔ کھانے پینے یا استعمال کی چیزیں لے لیتے ہیں۔ انہیں بھی لعنتیوں کے زمرہ میں شمار کیا گیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰہُ الْآكِلَ وَالْمُطْعِمَ الرِّشْوَةَ (کنز العمال)

اللہ تعالیٰ نے رشوت کھانے اور کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان کے حق میں یہی بد دعا فرمائی۔ جس کے راوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ہیں۔

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ وَالَّذِیْ یَعْمَلُ بَیْنَھُمَا

(اتحاف السادہ شرح احیاء العلوم ج ۶ ص ۱۶۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے رشوت دینے والے پر۔ رشوت لینے والے پر۔ اور اس پر جو ان دونوں کے درمیان واسطہ بن کر کام کرے۔

رشوت کا لین دین زیادہ تر مقدمات کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ اس لئے بعض احادیث میں خصوصیت کے ساتھ مقدمات کا ذکر آیا ہے حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ حضرت ام سلمہؓ راوی ہیں کہ ایک موقعہ پر حضور نے یوں بددعا فرمائی۔

لَعَنَ اللّٰہُ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ فِی الْحُکْمِ

(مسند امام احمد و ترمذی)

مقدمہ کے سلسلہ میں رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ لعنت فرمائیں۔

حاکم نے مستدرک میں بخاری اور مسلم کی شرط پر جو صحیح احادیث جمع کی ہیں۔ ان میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک یہ حدیث نقل کی ہے:-

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ الرَّاشِیَ وَالْمُرْتَشِیَ فِی الْحُکْمِ وَالرَّائِشَ یَعْنِی الَّذِیْ یَسْعیٰ بَیْنَھُمَا۔

(مستدرک حاکم)

نے لعنت فرمائی ہے مقدمات میں رشوت دینے والے پر۔ لینے والے پر۔ اس کے دلال پر یعنی اس پر جو درمیان میں کوشش کرتا رہا۔

جب یہ لعنتی حدود اللہ کو توڑنے کے جرم میں جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ تو ہر گروہ یا جماعت کے افراد خود اپنے امیر یا سردار یا لیڈر پر لعنت کریں گے کہ تم ہمیں بھی لے ڈوبے۔ اور ہر جماعت یا گروہ کا امیر یا سردار یا لیڈر اپنے متبعین پر لعنت بھیجے گا۔ کہ ملعونو! اگر ہم معصیت کے نشہ میں سرشار ہو چکے تھے۔ تو تم کیوں اندھے بن گئے تھے

کُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّۃٌ لَّعَنَتْ اُخْتَھَا (اعراف ۸)

جس وقت بھی کوئی (نئی) جماعت (دوزخ میں) داخل ہو گی۔ وہ اپنے جیسی دوسری (اہم مسلک ہم مشرب) جماعت پر لعنت کرے گی۔

## لعنت کے اثرات

لعنت کے معنی ہیں پھٹکارنا۔ رحمت الٰہی، جو ہر چیز سے وسیع و عظیم ہے کے دائرہ سے نکال کر کوسوں دور پھینک دینا۔ رحمت سے دور کر دینا۔ دنیا کی ذلت اور آخرت کے عذاب میں مبتلا کر دینا۔ دنیا لعنت کو ایک معمولی چیز سمجھتی ہے۔ لیکن حرام میں جتنی لذت ہوتی ہے۔ عذاب لعنت میں اتنی شدت ہوتی ہے۔ اس سے جنت کے دروازے بند اور دوزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ لعنت دراصل حدود اللہ توڑنے والوں کے لئے ایک شدید و سنگین سزا ہے۔

| | |
|---|---|
| اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ | ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت (برستی) ہے۔ |
| (عمران ۳) | |
| وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِيْرًا (النساء ۵) | اور جس پر اللہ لعنت کرے۔ تو اس کا کوئی مددگار ہرگز نہ پائیگا۔ |

جو اسے عذاب الٰہی سے بچا سکے۔ یا اس میں کچھ کمی کرا سکے۔ یہاں تک کہ لعنتی حضور کی شفاعت سے بھی محروم رہے گا۔ اور حضور اس کے لئے اللہ سے کوئی سفارش نہیں کریں گے۔ کیونکہ آپؐ خود اس کے لئے لعنت کی بددعا کر چکے ہیں۔ غرض کہ لعنتی کا دنیا و آخرت میں کوئی بھی حامی و مددگار

نہیں ہوگا۔

لعنت اتنی سنگین اور شدید سزا یا عذاب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کا اثر سات پشت تک رہتا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت کا اثر تین پشت تک رہتا ہے۔ جیسے موروثی بیماریاں ہوتی ہیں۔ کہ نسلاً بعد نسلٍ چلتی ہیں۔ اسی طرح جو جتنی زیادہ حرام کی آمدنی کھاتا ہے۔ اتنی ہی وسعت سے حرام کے اثرات اس کی نسل میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ البتہ ساتویں نسل تک پہنچنے کے بعد اس اثرات ختم ہو جاتے ہیں۔ اور اس سے آگے نہیں بڑھنے پاتے۔

لعنت کے اثرات جو شکل و صورت اختیار کرتے ہیں وہ بھی بڑے بھیانک۔ خوفناک اور ہمہ گیر ہوتے ہیں۔ مثلاً:۔

(۱) کبھی زر و مال کی فراوانی دے کر قاروں کی طرح آزمائش میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۲) کبھی مال کے ساتھ جاہ دے کر فرعون کی طرح فتنوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۳) کبھی اولاد کی کثرت میں مبتلا کر کے تنگدستی اور فاقہ دے دیا جاتا ہے۔

(۴) کبھی دل پر قفل لگا کر نیک کاموں کی توفیق سے محروم کر دیا جاتا ہے۔

(۵) کبھی ذہنی سکون اور قلبی اطمینان چھین لیا جاتا ہے۔

(۶) کبھی تنگ دست اور دوسروں کا محتاج بنا دیا جاتا ہے۔

(۷) کبھی عیش و عشرت کا سامان مہیا کر کے گناہوں میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔

(۸) کبھی گرانی۔ قحط سالی اور بے برکتی کے عذاب میں گرفتار کر لیا جاتا ہے

(۹) کبھی لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات پیدا کر دئے جاتے ہیں۔

(۱۰) کبھی قرآن و حدیث کے متعلق دل میں تشکک و تذبذب پیدا کر دیا جاتا ہے۔

(۱۱) کبھی صبر و قناعت سے محروم کر کے، حرص و ہوس کے جال میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

(۱۲) کبھی ذہن اور دماغ پر سہو و نسیان کا غلبہ طاری کر دیا جاتا ہے۔

(۱۳) کبھی ظالم حکام مسلط کر کے، ظلمِ حکام کا شکار بنا دیا جاتا ہے۔

(۱۴) کبھی دل و دماغ میں فضول اور بے جا وسوسے اور اندیشے پیدا کر دئے جاتے ہیں۔

(۱۵) کبھی جسمانی یا روحانی بیماری یا مقدمہ بازی میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

(۱۶) کبھی اتفاقی حادثات اور ناگہانی آفات کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔

(۱۷) کبھی رزق حلال کے دروازے بند کر کے، غیر شرعی و ناجائز اور حرام

کاروبار میں لگا دیا جاتا ہے۔

(۱۸) کبھی حلال پر حرام کو ترجیح دینے کا عادی بنا دیا جاتا ہے۔

(۱۹) کبھی خدا اور رسول کی محبت و عظمت کی بجائے غیر اللہ کی محبت و عقیدت میں پھنسا دیا جاتا ہے۔

(۲۰) کبھی اسے مکر و فن اور منافقت اور سیاست کے میدان کا کھلاڑی بنا کر جوڑ توڑ میں لگا دیا جاتا ہے۔

(۲۱) کبھی خدا اور رسول کی بجائے غیر اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے راعی اور رعایا کے درمیان واسطہ بنا دیا جاتا ہے۔

(۲۲) کبھی مسندِ اختیار و اقتدار پر بٹھا کر حق و انصاف کی قوت سلب کر لی جاتی ہے۔

## رشوت کا وبال

رشوت جتنی لذیذ غذا ہے۔ اس کے لئے اتنی شدید سزا ہے۔ راشی پیسے لے کر صرف اپنا ضمیر و ایمان ہی نہیں بیچتا۔ اپنے بھائی کا گوشت بھی کاٹ کر کھاتا ہے۔ جس کی اسے کچھ سزا اسی دنیا میں دے دی جاتی ہے۔ اور کچھ آخرت پر مؤخر کر دی جاتی ہے۔ رشوت کا وبال مندرجہ ذیل صورتوں میں آتا ہے:۔

# لعنت برسنا

راشی پر اللہ جلشانہٗ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی لعنت برستی رہتی ہے۔ جس کی سزا اس کی سات پشتوں تک کو بھگتنی پڑتی ہے۔

لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الرَّاشِیْ وَالْمُرْتَشِیْ (ابن ماجہ)

رشوت دینے اور لینے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت برستی ہے۔

# نحوست اور بزدلی پھیلنا

رشوت کی نحوست بڑی قوم کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے اور اسے بزدل بنا کر اس پر غیروں کی ہیبت بٹھا دی جاتی ہے۔

مَا مِنْ قَوْمٍ يَظْهَرُ فِيْهِمُ الرِّبَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالسَّنَةِ وَمَا مِنْ قَوْمٍ تَظْهَرُ فِيْهِمُ الرُّشَا اِلَّا اُخِذُوْا بِالرُّعْبِ (مسند امام احمد)

جس قوم میں سود پھیل جائے۔ وہ قحط اور گرانی کی مصیبت میں ڈال دی جاتی ہے۔ اور جس قوم میں رشوتیں پھیل جائیں اس پر رعب ڈالا جاتا ہے۔

# نماز قبول نہ ہونا

مَنْ اَکَلَ لُقْمَۃً مِّنْ حَرَامٍ — جو حرام کا ایک لقمہ بھی کھائے گا۔

لَمْ یُقْبَلْ مِنْہُ صَلٰوۃُ اَرْبَعِیْنَ — اس کی چالیس راتوں کی نماز قبول

لَیْلَۃً (مسند الفردوس دیلمی) — نہ ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے موقعہ پر یوں فرمایا:۔

مَنِ اشْتَرٰی ثَوْبًا بِعَشَرَۃِ دَرَاھِمَ وَفِیْہِ دِرْھَمٌ حَرَامٌ — جو شخص دس درہم میں کوئی کپڑا خریدے اور اس میں ایک درہم حرام کا ہو۔

لَمْ یَقْبَلِ اللّٰہُ تَعَالٰی لَہٗ صَلٰوۃً مَّادَامَ عَلَیْہِ (مسند امام احمد) — تو اللہ تعالیٰ اس کی کوئی نماز قبول نہ فرمائیں گے۔ جب تک کہ وہ کپڑا اس کے اوپر رہیگا۔

# نیک عمل قبول نہ ہونا

اِنَّ الْعَبْدَ لَیَقْذِفُ اللُّقْمَۃَ الْحَرَامَ فِیْ جَوْفِہٖ مَا یُتَقَبَّلُ مِنْہُ عَمَلُ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا (طبرانی) — جو بندہ حرام لقمہ اپنے پیٹ میں ڈال لیتا ہے۔ تو اس کے چالیس دنوں کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا۔

## دُعا قبول نہ ہونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:-

| | |
|---|---|
| وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ وَ | جس کا کھانا حرام۔ پینا حرام۔ |
| مَشْرَبُهُ حَرَامٌ وَ | لباس حرام۔ اور غذا حرام ہو |
| مَلْبَسُهُ حَرَامٌ وَ | تو ان کی وجہ سے اس کی دُعا |
| غُذِىَ بِالْحَرَامِ | کیسے قبول کی جا سکتی ہے؟ |
| فَاَنّٰى يُسْتَجَابُ | |
| لِذٰلِكَ (مسلم) | |

## خیرات و صدقات قبول نہ ہونا

| | |
|---|---|
| مَنِ اكْتَسَبَ مَالًا مِنْ | جو شخص مال گناہ سے کماتا ہے |
| مَأْثَمٍ فَوَصَلَ بِهٖ | پھر وہ اس سے عزیزوں کی امداد |
| رَحِمَهٗ اَوْ تَصَدَّقَ بِهٖ | یا صدقہ کرتا ہے یا خدا کی راہ |
| اَوْ نَفَقَهٗ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ | میں خرچ کرتا ہے۔ یہ سب |
| جَمَعَ ذٰلِكَ كُلَّهٗ جَمِيْعًا | قیامت کے دن جمع کیا جائیگا |

فَيُقْذَفُ بِهٖ فِي جَهَنَّمَ (ابوداؤد)

اور اس کے ساتھ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

## کفر کی حد تک پہنچنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :-

اَلرِّشْوَةُ فِي الْحُكْمِ كُفْرٌ وَّهِيَ بَيْنَ النَّاسِ سُحْتٌ (طبرانی)

فیصلہ کرنے میں رشوت لینا کفر کے قریب ہے اور لوگوں کے درمیان خالص حرام۔

## راہِ جنت مسدود ہونا

رشوت، راشی اور جنت کے درمیان حائل ہو جائے گی۔ اور اسے جنت میں داخل نہ ہونے دے گی۔ حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لُعِنَ مَنْ اَخَذَ رِشْوَةً فِي الْحُكْمِ كَانَتْ سِتْرًا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ (کنز العمال ج ۳ ص ۲۱۱)

مقدمہ میں رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی گئی ہے۔ یہ رشوت اس میں اور جنت میں حجاب بن جائیگی

## جنت سے محروم رہنا

امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

| | |
|---|---|
| لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ | جنت میں وہ جسم نہ جائے گا |
| جَسَدٌ غُذِيَ بِالْحَرَامِ | جس نے حرام غذا سے پرورش پائی۔ |

## دوزخ کا لقمہ بننا

حضرت ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

| | |
|---|---|
| اَلرَّاشِيْ وَالْمُرْتَشِيْ | رشوت دینے اور رشوت لینے والا |
| فِي النَّارِ (طبرانی) | دوزخ کی آگ میں ڈالے جائیں گے |

قرآن پاک نے بھی آمدنی کے غیر مشروع طریقوں۔ خیانت اور بد دیانتی کی تمام صورتوں کے لئے دوزخ کے عذاب کا اعلان کر رکھا ہے۔

| | |
|---|---|
| يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا | اے ایمان والو۔ آپس میں |
| لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ | ایک دوسرے کا مال ناحق |
| بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ | طور پر نہ کھاؤ۔ |

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذَالِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ط وَكَانَ ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا (النساء ۵)

اور جو کوئی سرکشی اور ظلم کے طور پر ایسا کرے گا۔ تو ہم عنقریب اس کو آگ میں ڈالیں گے۔

غرض کہ راشی چند روپوں کے عوض اپنی طاعت وعبادت اور دنیا و آخرت سب کچھ بیچ کر جہنم کا عذاب خریدتا ہے۔

## رشوت کے اثرات

رشوت کا لینا دیتا تو حرام اور گناہِ عظیم ہے ہی۔ لیکن رشوت کے حرام مال سے اہل وعیال عزیز و اقربا اور دوست احباب سے جو جو بھی فائدہ اٹھائیں گے اس کو بھی اس کا گناہ ہوگا۔ بلکہ اگر تنخواہ کے کل حلال سے رشوت کی تعداد زیادہ ہوگی۔ تو ایسے شخص کی دعوت۔ ملازمت اور تحفہ۔ کوئی چیز بیع کرنا۔ کرایہ پہ دینا بھی مکروہ ہوگا۔ اور اگر سارا کام صرف رشوت ہی رشوت کے پیسوں سے ہی سرانجام پائے گا۔ تو اس کے ساتھ سب کام حرام ہوں گے۔ اور اس کا وبال دوسروں تک پہنچے گا۔ جن کو معلوم ہوگا۔ وہ گناہگار ہوں گے۔ اور جن کو معلوم نہیں ہوگا تو اس کا دینے والے کو گناہ ہوگا۔

اگر کوئی بڑا افسر یا اعلیٰ حاکم رشوت لے گا۔ یا کوئی بڑا آدمی رشوت لے گا۔ تو اس کی وجہ سے اس کے ماتحت افسران اور ملازمان بھی رشوت ستانی پر جری ہوں گے۔ اور پھر یہ سلسلہ اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر چل نکلے گا۔ جیسا کہ آجکل عام دستور ہے۔ اور جو اس سلسلہ کا بانی ہوگا۔ اس کو اس کے سلسلہ کے قائم رہنے تک گناہ ہوتا رہے گا۔

حدیث شریف میں ہے کہ۔

"جو شخص کوئی بُرا طریقہ جاری کرتا ہے۔ اس کو اس کا گناہ ہوگا۔ اور قیامت تک اس طریقہ پر چلنے والوں کے گناہ کے برابر، اُن کے گناہ کم ہوئے بغیر، اس کو بھی گناہ ہوتا رہے گا۔"

یعنی بانی کو اپنا اور اپنے جملہ پیروؤں کا گناہ ہوگا۔ مگر اس کے پیروؤں کے گناہ کا بوجھ اس کے بانی پر پڑنے کی وجہ سے کم نہیں ہو جائے گا بلکہ وُہ بھی اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے۔ غرض کہ حرام مال جہاں جہاں پہنچے گا۔ سب کو سانپ کی طرح ڈستا چلا جائے گا۔ اور جو لوگ اہل رشوت کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر ان کی طرح ایک جست میں امیر بننے کی کوشش کریں گے۔ وہ بھی اسی طرح اس کے عذاب سے متاثر ہوں گے۔ اور ان کا وبال راشیوں پر بھی پڑے گا۔

## حلال کی برکات

جس طرح حرام مال کھانے سے انسان برے اور بے حیائی کے کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ غضب الہٰی اور ہلاکت وتباہی کا محل بن جاتا ہے۔ اسی طرح رزقِ حلال کھانے سے گوناگوں انوار و برکات کا حامل بن جاتا ہے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے اپنے محبوب پیغمبروں کو حکم دیا کہ:۔

## رزق حلال کی فضیلت

يَآ اَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحاً اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ (مومنون ۴/۱۸)

اے پیغمبرو! تم حلال وپاکیزہ چیزوں میں سے کھایا کرو اور نیک کام کیا کرو۔ میں تم سب کے کئے ہوئے کاموں کو خوب جانتا ہوں۔

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے کہ رزقِ حلال کو عملِ صالح پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی لئے اس کا ذکر عمل صالح سے مقدم فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی جتلا دیا کہ آپ جو کچھ کھائیں پئیں وہ مجھ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ یہ حکم صرف انبیا علیہم السلام کے لئے ہی خاص نہیں بلکہ ان کی وساطت سے عامۂ مومنین

کو بھی عام ہے۔ اسی لئے جملہ انبیاء۔ اولیا۔ علماء۔ صلحاء اکل حلال۔ صدق مقال اور حسنِ اعمال کی تاکید فرماتے رہے۔

## شکر کی توفیق

کیونکہ حلال سے ہی شکر کی توفیق نصیب ہوتی ہے:۔

وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ (انفال ۱۷/۹)

اللہ نے تم کو (اس لئے) رزق حلال و پاک دیا ہے: تاکہ تم شکر کرو۔

شکر کرنا یہ ہے کہ انسان ہر حال میں اپنی نظر اپنے رب رحیم پر رکھے اسی کو فاعل حقیقی سمجھے اور مشیت الٰہی پر راضی رہے اور اس نے جو کچھ دیا ہے۔ اس کی راہ میں خرچ کرتا رہے۔

## فراخی کا سبب

ایسا شکر کرنے سے رزق میں فراخی ہوتی ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے:۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم ۱۳/۱۴)

اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں (دنیا و آخرت دونوں میں) ضرور زیادہ

دوں گا۔

## عبادت کی بنیاد

ایک دوسری آیت کریمہ میں رزق حلال اور اظہار تشکر کو بنیادِ عبادت قرار دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ (بقرہ پ۲)

اے ایمان والو جو پاک رزق ہم نے تم کو دے رکھا ہے اس میں سے کھاؤ پیو۔ اور اللہ کا شکر ادا کرتے رہو۔ اگر تم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہو۔

یعنی اگر تم اللہ کی عبادت کرنا چاہتے ہو تو اس کے لئے رزقِ حلال اور اظہار شکر کی فکر کرو۔ کیونکہ حرام کھانے سے شکر کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ اور شکر نہ کرنے سے تعلق باللہ استوار نہیں ہوتا۔ اور تعلق باللہ قائم نہ رہنے سے عبادت قبول نہیں ہوتی۔

## جہاد کا ثواب

چونکہ رزق حلال کی تلاش میں انسان کو خاصی جدوجہد کرنی پڑتی

ہے۔ اس لئے رزقِ حلال کمانے والے کو جہاد کے ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَعٰی عَلٰی عِیَالِہٖ فَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (طبرانی)

جو اپنے اہل و عیال کے لئے (حلال) کمائے گا۔ تو وہ اللہ کے راستہ میں ہے۔

یعنی اسکو بھی ایسا ہی ثواب ملے گا۔ جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے یا دین کے لئے جدوجہد کرتے کرتے ختم ہو جانے والے کو ملتا ہے۔

## انبیاءؑ کی رفاقت

ایک دوسری حدیث شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:۔

مَنْ طَلَبَ مَکْسَبَہٗ مِنْ مَالِ الْحَلَالِ یَکُفُّ بِھَا وَجْھَہٗ عَنْ مَسْئَلَۃِ النَّاسِ وَوَلَدَہٗ وَعِیَالَہٗ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَ

جس نے اپنی کمائی کو مال حلال سے طلب کیا کہ خود کو لوگوں سے سوال کرنے سے بچائے اور اپنی اولاد اور کنبہ کو بھی۔ وہ قیامت کے دن انبیاء اور صدیقین کے ساتھ

اَلْجَنَّۃِ نَیْفَیْنَ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِاِصْبَعَیْہِ السَّبَّابَۃِ وَالْوُسْطٰی (اتحاف)

اس طرح ہوگا۔ آپ نے اپنی بھی دو انگلیوں شہادت والی اور بیچ والی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

محض حلال روزی کمانے سے جس کو آخرت میں انبیاء و صدیقین کی رفاقت نصیب ہو جائے اس سے بڑھ کر خوش نصیب اور کون ہو سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر سستا سودا اور کیا ہو سکتا ہے۔

## رضاء الٰہی کا ذریعہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ بَاتَ اٰکِلًا مِنْ عَمَلِ الْحَلَالِ بَاتَ وَاللّٰہُ عَنْہُ رَاضٍ وَاَصْبَحَ مَغْفُوْرًا لَّہٗ

جو شخص حلال کام سے کھا کر شب گزارتا ہے۔ وہ اس حال میں شب گزارتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہیں اور بخشا ہوا ہو کر صبح کرتا ہے۔

غرض کہ رزق حلال سے حق تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے اور بخشش نصیب ہوتی ہے۔ ایسی نعمتوں کو حرام پر قربان کر دینا پرلے درجے کی بدنصیبی ہے

## رشوت سے بچنے کی صورتیں

معیار زندگی کے غلط تصوّر اور آمدنی سے خرچ بڑھانے کی وجہ سے ہی انسان کو پریشانیاں لاحق ہوتی ہیں۔ اور وہ پھر ناجائز ذرائع اختیار کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اسلام نے اس غلط کاری کا سہل ترین علاج تجویز کیا ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"تم ان لوگوں کو دیکھا کرو۔ جو تم سے کم حیثیت ہیں۔ اور ان لوگوں کو نہ دیکھا کرو جو تم سے برتر حیثیت کے ہیں۔ یہ ایک ایسا پیمانہ ہے کہ تم خدا کی کسی نعمت کو بھی حقیر نہ سمجھ سکو گے۔"

اور تم خود کو دوسروں سے برتر پاؤ گے۔ مال و دولت، عیش و عشرت، جاہ و منزلت اور صحت و قوت کے ہر شعبہ میں جب آپ اپنے سے نچلے درجہ کے انسان پر نظر رکھیں گے۔ تو ہر وقت راحت و اطمینان محسوس کریں گے۔ اور دل میں کفر کی بجائے شکر کے جذبات پیدا ہوں گے امارت و وجاہت کی حرص و ہوس مٹ جائے گی۔

اپنے سے کمتر پر نظر رکھنے کے ساتھ ساتھ اپنے اخلاق و کردار صحیح اور بلند کرنے کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔ جوں جوں آپ کا قول و

درست ہوتا جائے گا۔ اطاعت و عبادت الٰہی کا جذبہ بڑھتا چلا جائیگا مصنوعی معیار زندگی بے حقیقت نظر آنے لگے گا۔ نظر ناجائز ذرائع سے ہٹ کر اللہ جلشانہ کی رزاقیت و ربوبیت کی طرف جم جائے گی۔ تعلق باللہ جتنا بڑھتا چلا جائے گا۔ حب دنیا اتنی دل سے نکلتی چلی جائے گی۔ اور نوبت یہاں تک آ پہنچے گی۔ کہ آپ کو دنیا کا تعاقب نہیں کرنا پڑے گا۔ دنیا آپ کے تعاقب میں دوڑتی اور بھاگتی نظر آئے گی۔ اور آپ کا معیار زندگی صحیح معنوں میں بلند و بالا ہو جائے گا۔ جس پر ہمارا شاندار ماضی شاہد عدل ہے۔

ناجائز ذرائع آمدنی کے ترک کی نیت سے ہی دل حلال وسائل کی طرف رغبت کرے گا۔ اس سے جو کچھ تھوڑا بہت حاصل ہو گا۔ وہ اتنی خیر و برکت کا حامل ہو گا۔ کہ قلیل آمدنی میں بھی راحت و آرام محسوس ہو گا اور دل دولت اطمینان سے مالا مال ہو گا۔ جو امراء کو نصیب نہیں۔ یہ ایک مجاہدہ ہے جس میں ہمت اور کوشش، توکل اور اعتماد علی اللہ شرط ہے۔ اس کے آغاز کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اپنے ماہانہ بجٹ کو اس انداز سے مرتب کر لیا جائے کہ آمدنی سے خرچ بڑھنے نہ پائے۔ اس کے بعد کارساز حقیقی کی کارسازی کا مشاہدہ کیجئے۔ کہ کیسی راحت و مسرت اور عزت و عظمت حاصل ہوتی ہے۔

## رشوت اور حکومت

۱۹۶۵ء میں نئی قومی اسمبلی کے پہلے اجلاس میں رشوت کا مسئلہ بھی زیرِ بحث آیا۔ حزبِ اختلاف والوں نے کہا :-

" اس ملک میں جو لوگ رشوت لینے یا دینے کا کاروبار کرتے ہیں ان کے زرخیز دماغوں نے ایسے ایسے طریقے اختیار کر رکھے ہیں کہ وہاں تک عام دماغ کی رسائی ممکن نہیں۔ سرزمین پاکستان میں رشوت کی جڑیں اتنی مضبوط ہو چکی ہیں۔ کہ اس کا کلی استیصال ان قانونی طریقوں سے بالکل ناممکن ہے جو حکومت کے پیشِ نظر ہیں " (کتابی دنیا اگست ۶۵ء)

اس کے جواب میں حکومت کی طرف سے کہا گیا کہ :-

" اس نے تہیّہ کر لیا ہے کہ جبتک اس "برائی" کا خاتمہ نہ ہو جائے گا وہ دم نہ لے گی " (بحوالہ صدر)

گویا حکومت کو اس وسعت پذیر سماجی برائی کا کما حقہٗ احساس ہے مسلم شریف کی ایک حدیث ہے کہ :-

مَنْ رَأٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ

تم میں سے جو شخص بُرا کام دیکھے اس کو قوت و طاقت سے بدل دے۔ اگر یہ نہ کر سکے۔ تو زبان

فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَان

سے کہے۔ یہ بھی نہ کر سکے۔ تو دل سے بُرا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور درجہ ہے۔

قوت اور طاقت حکومت کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ یا اس کے نمائندوں اور کارندوں کے پاس ہوتی ہے۔ اس لئے یہ حکومت کا فرض ہے اور اگر وہ حکومت اسلامی ہے۔ تو اس پر فرضِ عین ہے کہ وہ قوت قہریہ سے

(۱) عوام و خواص کے حقوق کی حفاظت کرے۔

(۲) انہیں ناجائز لوٹ کھسوٹ سے بچائے۔

(۳) ملک میں غیر شرعی کاروبار رشوت۔ سود۔ جوا۔ شراب وغیرہ کو روکے۔

(۴) اخلاق سوز فلمیں اور انسانیت سوز لٹریچر ملک میں داخل نہ ہونے دے۔

(۵) لوگوں میں بُرے اور بے حیائی کے کام پھیلانے والوں کو سنگین سے سنگین سزا دے۔

تاکہ ملک میں سماجی برائیاں پھیلنے نہ پائیں۔ حکومت نے ملک کو اخلاق باختہ مگر ترقی یافتہ مغرب کے معیار پر لانے کے لئے عوام و خواص کو مغرب کی نقالی کی جو کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ اس کی وجہ سے ہماری نسل نو،

عریانی، فحاشی، شراب نوشی، قمار بازی کی عادی بن رہی ہے۔ وہ مغرب کے نوجوانوں کی طرح ننگا (ٹیڈی) لباس پہننے۔ رقص و سرود کی مجالس میں بے دھڑک شرکت کرنے، اخلاق سوز لٹریچر پڑھنے، انسانیت سوز فلمیں دیکھنے، عورتوں سے سرِ راہ چھیڑ چھاڑ کرنے۔ موٹروں سکوٹروں کی چوری کرنے اور عیاری و مکاری سے روپیہ کمانے کی دلدادہ ہو رہی ہے اس میں ذہنی انتشار۔ فکری ارتداد۔ اخلاقی آوارگی۔ ہنگامہ آرائی اور شورش پسندی کے سوا اور کوئی تعمیری جذبہ نظر ہی نہیں آتا۔ ان کے قلب و دماغ میں اس وقت انتہائی خطرناک اور خوفناک قسم کے رجحانات پرورش پا رہے ہیں۔ مستقبل قریب میں اسی نسل نے عنانِ اقتدار سنبھالنی ہے۔ ان کی طرف سے حکومت کی بے فکری اور قانون کی طرف سے آزادی، نہ صرف حکومت کے لئے بلکہ آنے والی نسلوں کیلئے بھی مضر و مہلک ثابت ہوگی۔ سماجی خرابیوں پر بحث کرتے ہوئے "کتابی دنیا" کے مدیر نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ:۔

" جو حکومت غلط سیاست دانوں کا خاتمہ کر سکتی ہے۔
جو حکومت اسکندر کی دارائی کا انسداد کر سکتی ہے۔
جو حکومت ملک میں زرعی اصلاحات نافذ کر سکتی ہے۔
جو حکومت سیاسی کارکنوں کو اپنے پنجہ میں لا سکتی ہے۔

وہ اگر ملک کو اس لعنت سے چھٹکارا دلانے کا ارادہ کر لے تو کیا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اسلام اچھی دُنیا اور اچھی آخرت کا تخیل پھیلانے کے لئے آیا تھا۔ نہ اس لئے کہ ناجائز طریقوں سے دنیا کو سمیٹنے اور آخرت کو خراب کرنے میں اپنی خداداد قوتوں کو صرف کر دیا جائے۔ یہ سراسر غیر اسلامی تخیل ہے۔ اور ہماری حکومت کو محض اس بناء پر رشوت کا سد باب کرنے کی ضرورت ہے کہ ایک اسلامی ریاست میں غیر اسلامی تخیل پرورش نہیں پا سکتا۔"

چنانچہ اس کی اس وقت ہمارے پاس دو تازہ اور زندہ مثالیں موجود ہیں

(۱) مملکت اسلامیہ انڈونیشیا میں حکومت کا مذہب اسلام ہے اور وہ ہر قیمت پر اسلامی اقدار کا تحفظ اور نشو و نما چاہتی ہے۔ اس لئے پچھلے دنوں حکومت انڈونیشیا نے تطہیر و تعمیر اخلاق کے لئے ملک کے کونہ کونہ سے ۱۳ کروڑ روپے کی مالیت کا فحش لٹریچر جمع کر کے سر بازار جلا دیا۔ اور آئندہ کے لئے ایسے اخلاق سوز لٹریچر اور انسانیت سوز فلموں کی درآمد ممنوع قرار دیدی۔ اور اس طرح اپنا فرض منصبی باحسن طریق ادا کیا۔ جس کا آنے والی نسلوں پر انشاء اللہ بہت خوشگوار اثر پڑے گا۔

(٢) ہندو پاکستان کی جنگ سے قبل پاکستان کے ریڈیو سٹیشن شب و روز عریاں اور فحش فلمی گانے نشر کرنے اور لوگوں کو ثقافت کے نام پر راگ و رنگ کی تربیت دینے میں مصروف اور وقف رہتے تھے۔ ریڈیو پر جتنی اہمیت طاؤس و رباب کو حاصل تھی۔ قرآن اور اسلام کو حاصل نہ تھی۔ جب ہندوستان نے اچانک اعلانِ جنگ کئے بغیر پاکستان پر جارحانہ اور عیارانہ حملہ کیا۔ تو ریڈیو والوں کو خدا اور رسول۔ قرآن اور اسلام یاد آیا۔ فحش اور عریاں گانوں کی بجائے نعتیں۔ قوالیاں اور قومی اور ملی ترانے اور نظمیں نشر ہونے لگیں۔ قرآن کی آیات، رسول ؐ کی روایات اور تاریخ اسلام کے واقعات سنائے جانے لگے۔ داعیانِ حق یعنی علمائے کرام جنہیں عضوِ معطل بنا دیا گیا تھا۔ اور جو کشتنی و گردن زدنی قرار دیئے جا چکے تھے کو مسجدوں اور مدرسوں سے نکال کر ریڈیو سٹیشنوں پر لایا گیا۔ اور ان سے لوگوں کو اسلام اور جہاد کا درس دلایا گیا۔

غرض کہ جسے حکومت پہلے غیر ضروری سمجھتی تھی۔ وہ اب ضروری قرار پایا۔ اسی طرح اگر حکومت نیک نیتی سے رشوت کا انسداد کرنا چاہے۔ تو اس کا چٹکی بجاتے انتظام کر سکتی ہے۔ اور پھر اس کا وہی نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ جو ہندوستان کے جارحانہ حملہ سے برآمد ہوا ہے۔ یعنی ارباب

اقتدار نے جتنی سرعت سے خدا اور اسلام کی پناہ لی ہے۔ اور اسے
زبان سے نہیں، دل سے پکارا ہے۔ تو حق تعالیٰ نے بھی اتنی عجلت
سے اپنے قلیل التعداد نام لیواؤں کو کثیر التعداد کفّار پر غالب کر دکھایا
ہے۔ دنیا میں ان کی اتنی ہیبت اور دھاک بٹھادی ہے۔ کہ ہندوستان
کے تمام معاون مددگار سہم کر رہ گئے ہیں۔ اور کسی کو بھولے سے بھی
اس کے عیارانہ اقدام کی تائید کی جرأت نہیں ہوئی۔ اور اللہ تعالےٰ
نے اپنے انعام و فضلِ خاص کے طور پر

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — آپ کی خاطر آپ کا (دنیا میں)
(الم نشرح) — آوازہ بلند کر دیا

اور اتنا بلند کیا ہے کہ دشمنانِ اسلام و پاکستان کو بدر و حنین کی تاریخ
یاد آگئی ہے۔ اور وہ اپنے حلیف ہندوستان کی پشت پناہی کی
بجائے۔ اپنے ٹیلی ویژنوں۔ ریڈیوؤں اور اخباروں کے ذریعہ عساکر
جمہوریہ اسلامیہ پاکستان کی جرأت و بہادری کے سبق آموز کارنامے
نشر کر کے، ہندوستان کی ذلت و رسوائی کو عام کرنے لگے۔ اس پر
ہندوستان چیخ اٹھا کہ ہماری مدد نہیں کرتے۔ تو ہمیں رسوا تو نہ کرو۔
جس کی بناء پر حکومت امریکہ نے اپنے اخبارات کو ایسے حقائق شائع
کرنے کی ممانعت کر دی جن سے ہندوستان کی سُبکی ہوتی ہو۔

اس جنگِ ہند و پاکستان نے ہمیں پھر یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا ہے کہ ؎

جبتک رہے تم دست نگر اپنے خدا کے
ہونے نہ دیا اس نے تمہیں غیر کا محتاج
جو ہو گئے اس کے۔ وہ ہوا ان کا نگہبان
اس کی ہے جنہیں شرم۔ ان کی بھی اسے لاج

اگر حکومت انسداد رشوت ستانی کے لئے بھی اسی طرح جدو جہد شروع کر دے۔ جس طرح جنگ جیتنے کے لئے شروع کی تھی۔ تو رشوت کی وبا ختم ہو جائے۔ اور لعنت کا ملک گیر عذاب ٹل جائے۔ اور یہ حکومت باعث رحمت بن جائے۔

اس غرض کے لئے اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ملک میں دینی تعلیم عام کی جائے۔ اور مذہب کی سرپرستی کی جائے۔ تاکہ عوام میں دینی جذبہ پیدا ہو۔ اخلاقی اقدار نشوونما پائیں اور معاشرتی خرابیاں خود بخود دور ہوتی چلی جائیں۔ قانون کی مدد سے ان کا دور کرنا قطعاً ممکن نہیں۔ برطانیہ کے نامور بیرسٹر اور مشہور جج لارڈ الفرڈ ٹامس ڈیننگ بھی اپنی ایک مشہور اور تاریخی رپورٹ میں اسبات کا بڑی کشادہ دلی سے اعتراف کرتے ہیں۔ کہ:-

• قانون کی بنیاد اخلاقیات پر ہوتی ہے۔ اخلاقیات کی بنیاد مذہب پر ہوتی ہے۔ اگر اخلاق ہی نہیں تو قانون بے معنی ہے۔ (پروفیومو ڈارڈ ڈینگ رپورٹ)

## صحیح تشخیص اور غلط علاج

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری حکومت انسداد رشوت ستانی کے لئے پوری طرح کوشاں ہے اور اس نے اس سلسلہ میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا مگر ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

تشخیص اگر صحیح ہو۔ اور علاج صحیح نہ ہو۔ تو پھر مرض میں افاقہ کی بجائے اضافہ ہی ہوتا ہے۔ حکومت کو روز افزوں خرابیوں کا پورا احساس ہے۔ اور یہ اسی احساس کا نتیجہ ہے کہ وہ ان خرابیوں کے انسداد کے لئے قانون پر قانون بناتی چلی جا رہی ہے۔ مگر نرا قانون اس وقت تک نہ تو کسی کی اصلاح کر سکتا ہے اور نہ جرائم کی روک تھام کر سکتا ہے۔ جب تک کہ دیانت و امانت۔ تقوی اور خدا ترسی کے جذبات اس کی پشت پناہی نہ کریں۔ یہ جذبات تعلیم دین سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور دینی تعلیم کا موجودہ نظام تعلیم میں کوئی خاطر خواہ انتظام نہیں جس کی وجہ سے موجودہ قوانین بے اثر ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور معاشرتی خرابیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ جن میں سر فہرست رشوت ہے۔ قانون کو مؤثر بنانے کے لئے جرگہ سسٹم نافذ کیا گیا۔ لیکن رشوت کی دکان چمکانے والے افسروں اور ملازموں کو

---

سٹم۔ جو عہد غلامی کی ایک یادگار ہے۔

اس کی گرفت سے مستثنیٰ کر دیا گیا۔ جس کی وجہ سے رشوت کا کاروبار انتہائی بے خوفی اور بیباکی کے ساتھ ہر جگہ کھلے بندوں ہو رہا ہے۔ جس سے عوام و خواص میں یہ تاثر پیدا ہو گیا ہے کہ رشوت خوروں کی دانستہ پشت پناہی کی جا رہی ہے۔ اس تاثر کو دور کرنے کے لئے انسداد رشوت ستانی کے قوانین میں حال ہی میں ایک جدید قانون کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اس ترمیمی بل پر بحث کا جواب دیتے ہوئے وزیر قانون سید محمد ظفر نے اگرچہ بڑے یقین کے ساتھ اسمبلی میں اعلان کیا ہے کہ:۔

"پاکستان رشوت کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ پاکستان کو ترقی کرنا ہے۔ ملک صرف اسی صورت میں ترقی کر سکتا ہے۔ جب رشوت کا بالکل قلع قمع کر دیا جائے۔ حکومت ہر سطح پر رشوت کا کلی طور پر خاتمہ کرنے کا پختہ عزم کر چکی ہے۔"

لیکن اس قانون سے بھی بالیقین رشوت کا کاروبار نہیں رکے گا۔ صرف رشوت کی آمدنی کا مصرف بدل جائے گا۔ بلکہ سابقہ تجربہ و مشاہدہ کی بنا پر بعض حلقوں میں جائز طور پر یہ خیال کیا جا رہا ہے کہ اس نئے قانون کا اثر بھی بڑے افسروں پر نہیں پڑے گا۔ بڑے مگرمچھ محفوظ رہیں گے۔ اور صرف ماتحت اہلکار یعنی کلرک۔ پٹواری اور چپڑاسی دھر لئے جائیں گے۔ اس لئے معاشرہ کے اس رستے ہوئے ناسور کے علاج کے لئے جو طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔ وہ بالکل غیر مؤثر اور غیر مفید ہیں۔

## قانون سازی اور رشوت

رشوت کا کاروبار زیادہ تر قانون سازی کی وجہ سے فروغ پا رہا ہے۔ آئے دن نئے نئے قانون بنائے جا رہے ہیں۔ جن کی وجہ سے نئے نئے محکمے وجود میں لائے جاتے ہیں۔ اور ان کے لئے نئے نئے ضابطے (PROCEDURE) اور نئے نئے قواعد (RULES) بنائے جاتے ہیں۔ اس طرح عوام و خواص پر افسروں اور اہلکاروں کی گرفت و حکومت کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے۔ دور حاضرہ کی معاشرتی اور معیشتی الجھنوں کو سلجھانے کے لئے جب لوگ ان محکموں کا رخ کرتے ہیں تو ان کو ضوابط و قواعد کے چکر میں پھنسا دیا جاتا ہے۔ اور پھر ان سے بے توجہی۔ بدمزاجی۔ تلخ کلامی۔ لیت و لعل۔ تغافل و تساہل کا سلوک کر کے انہیں مجبور کر دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی مقصد براری اور گلو خلاصی کے لئے معقول معاوضہ ادا کریں۔ اس طرح ہر نیا قانون۔ نیا محکمہ اور نیا ضابطہ رشوت ستانی کے نئے نئے دروازے کھول دیتا ہے۔ غرض کہ انسانی قوانین جتنی وسعت پکڑتے چلے جائیں گے۔ رشوت و سفارش کے اتنے نئے نئے باب کھلتے چلے جائیں گے۔ جہاں تک قانون سازی یا محکمہ سازی کا تعلق ہے ہماری حالت بالکل اس بادشاہ کی طرح ہے۔ جس کا سائیس اس کے گھوڑوں کے دودھ سے ایک سیر دودھ روزانہ اپنے لئے نکال لیتا تھا۔ کسی نے بادشاہ کو خبر کر دی تو اس نے اس سائیس کی اصلاح کی بجائے اس پر نگرانی کے لئے ایک انسپکٹر مقرر

کر دیا۔ انسپکٹر صاحب بھی سفارشی کوٹہ سے آئے تھے۔ اس لئے انہوں نے آتے ہی سائیس سے پانچ سیر دودھ وصول کرنا شروع کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی بھی شکایت ہو گئی۔ تو بادشاہ نے بنیادی نقص دور کرنے کی بجائے ان دونوں پر سپرنٹنڈنٹ تعینات کر دیا۔ اتفاق سے اس "غریب" کا کنبہ زیادہ تھا۔ اس لئے اسنے اپنے لئے کفایتاً آٹھ دس سیر دودھ وصول کرنا شروع کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گھوڑے دبلے ہونے شروع ہو گئے۔ سائیس سب کو دودھ دینے کے بعد قریبی نہر سے دودھ کے مٹکوں میں پانی بھر کر رکھ دیتا۔ ایک روز خود بادشاہ معائنہ کے لئے اصطبل میں آ گیا۔ اس نے دودھ کے مٹکوں میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پھدکتی دیکھ کر سائیس سے پوچھا کہ یہ کیا پھدک رہا ہے؟

سائیس نے بادب کہا :۔

حضور کا انتظام پھدک رہا ہے۔

یہ جواب سن کر بادشاہ حیران ہوا اور اسنے کہا کہ

کبھی انتظام بھی پھدکتا ہے؟

سائیس نے دست بستہ عرض کی :۔

حضور ہاتھ کنگن کو آرسی کیا؟

اور سارا واقعہ من و عن سنا دیا۔ اس پر بادشاہ نے اپنی غلطی کو محسوس کیا۔ کہ انتظام بدلنے کی بجائے سائیس کی ذہنیت و اخلاق بدلنے کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس

بشن نے اسی وقت انسپکٹر اور سپرنٹنڈنٹ کو ملازمت سے جواب دے دیا۔ اور سائیس کی اصلاح کی فکر کے ساتھ ساتھ اس کی تنخواہ بھی بڑھا دی۔ تاکہ وہ اپنی جائز ضروریات کے لئے ناجائز وسائل اختیار نہ کرے۔

ہمارے ہاں بھی انسداد رشوت ستانی کے لئے تعزیرات پاکستان میں ترمیم کی گئی۔ نئے قوانین اور ادارے بنائے گئے۔ مگر وہ سب ناکافی و ناشافی نکلے۔ بلکہ ان کے اندر بھی یہی خرابی پیدا ہو گئی۔ خود محکمہ انسداد رشوت ستانی میں رشوت چل گئی۔ جو قومی اسمبلی میں زیر بحث آئی۔ حکومت نے اس سلسلہ میں جو نیا قانون بنایا ہے۔ اس سے بھی اصلاح کی امید کم اور خرابی کی زیادہ ہے کیونکہ

(۱) اس سے رشوت کے کاروبار پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ صرف رشوت لینے دینے اور رشوت کی آمدنی کے مصرف کے طریقے بدل جائیں گے۔

(۲) حصول زر کے لئے تفتیشوں کا دائرہ بعض اوقات بے گناہوں تک بھی بڑھا دیا جاتا ہے۔ اور کچھ بٹورنے کے بعد انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس قانون سے تفتیش کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو جائے گا۔ جو بہتوں کی پریشانیوں کا موجب بنے گا۔

(۳) حقیقی مجرم اس قانون کی گرفت سے بچنے کے لئے جب ہاتھ پاؤں ماریں گے تو اس کی گرفت سے بچنے کے لئے "سارا دھن جاتا دیکھئے اور آدھا دیجئے بانٹ"، کا مطالبہ پیش کیا جائے گا۔ اور باہمی ساز باز سے یا قانون والوں کے

مشوروں سے ایسے چور دروازے تلاش کئے جائیں گے. جن کے ذریعہ اس قانون کی گرفت سے بآسانی مجرم بچ جائیں گے۔

## انسداد کی مؤثر صورتیں

اس لئے انسداد رشوت ستانی کے لئے نئے نئے قانون بنانے اور نئے نئے محکمے کھولنے کی ضرورت نہیں ہے. بلکہ

(۱) ملک کے اندر فی الفور ایسا دینی ماحول پیدا کیا جائے. جس سے لوگوں کے دلوں میں خدا کا خوف پیدا ہو. اور وہ ہر قسم کی ظاہری یا باطنی برائیوں سے اجتناب کرنے لگیں۔

(۲) وعظ و تبلیغ۔ پند و نصائح لٹریچر۔ ریڈیو۔ ٹیلی ویژن کے ذریعہ رشوت ستانی کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کیا جائے۔ تاکہ لوگوں میں مداہنت کی بجائے مزاحمت کا جذبہ پیدا ہو۔ اور وہ مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں جرأت سے کام لے سکیں. وہ عدالتوں میں جانے سے نہ گھبرائیں اور انہیں مجرموں کے خلاف شہادت دینے سے کوئی خوف۔ ڈر۔ یا لالچ باز نہ رکھ سکے۔

(۳) سرکاری افسروں اور ملازموں کی ذہنیت بدلنے کے لئے نیپا یا ایڈمنسٹریٹو کالج کی طرح ایسے ادارے کھولے جائیں۔ جن میں ان کو دینی تربیت دی جائے انہیں سادگی۔ کفایت شعاری اور قناعت کا سبق پڑھایا جائے اور ان

میں انسانی ہمدردی، خداترسی اور فرض شناسی کا جذبہ پیدا کیا جائے تاکہ اخلاق و کردار کے ساتھ ان کی کارکردگی کا معیار بھی بڑھے۔

(۴) منصب یا اعزاز کا معیار بھاری تنخواہ کی بجائے اعلیٰ کردار و اخلاق رکھا جائے۔ اور سفارش پر قابلیت کو ترجیح دی جائے۔

(۵) تنخواہوں کا نشیب و فراز منصفانہ طریق پر مناسب سطح پر لایا جائے جن کی تنخواہیں بہت زیادہ ہیں۔ انہیں کچھ کم کیا جائے۔ اور جن کی تنخواہیں اس انتہائی گرانی کے زمانے میں گزر اوقات کے لیئے ناکافی ہیں۔ ان میں اتنا اضافہ کیا جائے تاکہ وہ باعزت گزارہ کر سکیں۔ اور انہیں اپنی جائز ضروریات پوری کرنے کے لیے ناجائز ذرائع اختیار نہ کرنے پڑیں۔ جہاں بڑے افسر ہزاروں کی تنخواہ کو ناکافی بتلاتے ہیں اور قومی اسمبلی کے ممبروں یا "قوم کے خادموں" کی طرح اپنی گراں قدر تنخواہوں میں مزید اضافہ چاہتے ہیں۔ وہاں اپنے ماتحتوں کو اپنے پورے کنبہ کی کفالت کے لیئے سو سوا سو کی قلیل تنخواہ پر ٹرخا دینا۔ انہیں خود رشوت لینے پر مجبور کرنے کے مترادف ہے۔

(۶) اینٹی کرپشن ڈیپارٹمنٹ ختم کر کے یہ کام بھی حسب سابق عام پولیس یا کرائمز برانچ یا سی آئی اے کے سپرد کیا جائے اور اینٹی کرپشن کے مقدمات کی سماعت کرنے والی خصوصی عدالتوں کو ختم کر کے ان مقدمات کی سماعت عام عدالتوں کے سپرد کی جائے۔ تاکہ اخراجات میں بچت ہو۔

## انتہائی قدم اٹھانے کی ضرورت

اس امر میں کوئی شک نہیں۔ کہ حکومت بقول وزیر قانون :۔

" ہر سطح پر رشوت ستانی کا کلی طور پر خاتمہ کرنے کا پختہ عزم کر چکی ہے "

اور ہم ان "مشکلات" سے بھی بخوبی واقف ہیں۔ جن کی وجہ سے حکومت اس سلسلہ میں انتہائی قدم اٹھانے سے ہچکچاتی ہے ۔ اس پختہ عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیئے اس وقت علی بن حمود کی سی جرأت دکھلانے کی ضرورت ہے ۔ اس کے بعد رشوت کا نام و نشان بھی نظر نہیں آئے گا ۔

اندلس میں علی بن حمود نے جب عنان اقتدار سنبھالی ۔ تو وہاں اسی طرح رشوت کی گرم بازاری تھی ۔ اس نے حکومت سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ عام منادی کرا دی کہ جس نے ظلم یا زیادتی کی۔ یا دوسرے سے ناحق کیا ۔ اسے خوفناک سزا دیجائیگی منادی کے چند دن بعد وُہ خود پڑتال کے لیئے نکلا ۔ اس نے ایک سپاہی کو گھوڑے پر انگوروں کی ٹوکری لادے آتے دیکھا۔ علی بن حمود نے اسے روک کر پوچھا کہ یہ ٹوکری کہاں سے لائے ہو۔ سپاہی نے لاپرواہی سے کہا ۔جہاں سے ایک سپاہی لا سکتا ہے ۔ چونکہ اس وقت رشوت لینے کا عام دستور تھا ۔ اس لئے سپاہی نے رشوت تسلیم کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی ۔ علی بن حمود نے اسی وقت حکم دیا کہ اس کا سر قلم کر اسی انگوروں کی ٹوکری میں رکھ کر اور اس کی لاش کو اسی گھوڑے کے پیچھے باندھ کر شہر میں پھرایا جائے ۔ بس ایک ملازم کی قربانی دینے

سے رشوت کا سیلاب تھم گیا۔ اس تہذیب و تمدن کے زمانہ میں ممکن ہے۔ بعض لوگ رشوت کے لئے سزائے موت کو وحشیانہ قرار دیں۔ لیکن حالات سے مجبور ہو کر دنیا کی اول درجہ کی طاقت یعنی حکومت روس نے بھی حال ہی میں بڑی چوری کیلئے سزائے موت مقرر کی ہے اور ابھی پچھلے دنوں اس جرم میں ایک بہت بڑے افسر کو گولی سے اڑا دیا۔ اس لئے اگر یہاں سے بھی اس لعنت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم کرنا ہے۔ تو اس کے لئے بلا جھجک سزائے موت مقرر کی جائے۔ اور معمولی اہلکاروں کی بجائے چند نامور رشوت خور حکام کی قربانی دی جائے اور مرغیوں (چھوٹے اہلکاروں) پر فوری ہاتھ ڈالنے سے گریز کیا جائے۔ تو انشاء اللہ یہاں بھی رشوت کا سیلاب تھم سکتا ہے۔

رشوت خوری دراصل ملک و ملت سے غداری ہے۔ قانون کی رو سے ملازم خادم خلق (پبلک سرونٹ) ہوتا ہے۔ مگر وہ رعایا کی خدمت کرنے کی بجائے اپنی خدمت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اگر وہ اس کی خدمت سے انکار کرے۔ تو وہ اس پر ظلم اور زیادتی کرتا ہے۔ ملازم کی حیثیت سے اسکے لئے حکومت کا وفادار رہنا اور شرائط ملازمت کی پابندی کرنا فرض ہوتا ہے۔ لیکن وہ رشوت کا چکر چلا کر نہ صرف شرائط ملازمت کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ بلکہ حکومت سے بیوفائی اور غداری کرتا ہے۔ اور حکومت کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا مرتکب ہوتا ہے۔ ہر ذمہ دار حکومت چور دں۔ بدمعاشوں۔ ڈاکوؤں

قانلوں۔ زانیوں اور فریب کاروں کا وجود برداشت کرتی ہے۔ اور انہیں جیل خانوں میں محفوظ رکھتی ہے۔ مگر کوئی حکومت غدار کو اپنے دامن میں پناہ نہیں دیتی۔ بلکہ اسے فوراً گولی کا نشانہ بنا دیتی ہے۔ تاکہ اس کے جراثیم پھیلنے نہ پائیں۔

رشوت کی کثرت ملک وملت کی تباہی کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جس ملک میں رشوت کی گرم بازاری ہو۔ وہاں پر سرافت دار طبقہ کو مسند اقتدار سے ہٹانے اور قصرِ اقتدار کی اینٹ سے اینٹ بجانے میں بڑی آسانی ہوتی ہے۔ سامراجی طاقتیں اسی کے ذریعہ دوسرے ممالک میں اپنا اثر ورسوخ بڑھاتی ہیں۔ اور انقلاب لاتی ہیں۔ جس پر مشرقِ وسطیٰ کی تاریخ انقلاب شاہد عدل ہے۔ پیر علی محمد راشدی لکھتے ہیں کہ:۔

"جہاں تک تاریخ عالم کا مجھے علم ہے۔ مجھے کوئی ایسی مثال نظر نہیں آئی۔ کہ کسی ملک کے رگ وریشہ میں رشوت خوری جاگزین ہوگئی ہو۔ اور پھر بھی وُہ ملک محفوظ رہ گیا ہو"۔

اس مارِ آستین کو زندہ رکھنا اپنی تباہی کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے اس کی موت قوم کی حیات ہے۔

## علماء کا فرض

سماجی برائیوں کے خلاف رائے عامہ کو بیدار کرنے میں محراب ومنبر سے بھی کام لیا جا سکتا ہے جو دوسرے

ذرائع سے زیادہ مؤثر ثابت ہو سکتے ہیں اور بحیثیت منصب، عوام کو سماجی برائیوں کے نتائج سے باخبر رکھنا اور انہیں ان سے باز رہنے کی ترغیب دینا علماء کرام کا فرض ہے۔ اگر وہ اپنے فرض کا احساس کرتے ہوئے، نزاعی اور اختلافی مسائل پر زور بیان صرف کرنے کی بجائے اصلاح معاشرہ پر توجہ دیں۔ تو بہت مفید نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

فتنوں کے اس دور میں عوام خواص کو ان کے حال پر چھوڑ کر مسجدوں اور مدرسوں میں تبلیغ و تدریس کیلئے بیٹھ جانا، اسلام کے تقاضوں کے منافی ہے وہاں تو آتے ہی وہ لوگ ہیں جن کے سینوں میں دین کی تڑپ اور طلب موجود ہوتی ہے ضرورت تو ان حضرات تک پہنچنے کی ہے جنہوں نے تعلیم دین سے عاری، دور غلامی میں تعلیم و تربیت پائی۔ وہ اسوقت برسر اقتدار ہیں۔ ان تک اگر احسن طریق سے قرآن کا پیغام پہنچایا جائے۔ تو ان کی اکثریت اس پر لبیک کہیگی۔ دور حاضرہ کی روز افزوں مصروفیات اگر انہیں حرائے منبر تک نہیں پہنچنے دیتیں۔ اور آپ بھی گوشہ عافیت سے باہر نکلنا پسند نہیں کرتے۔ تو پھر ان کے ذوق اور عصری تقاضوں کے مطابق اسی طرح دیدہ زیب لٹریچر کے ذریعہ ان کو دینی تقاضوں سے آگاہ کیا جائے جس طرح عالمی ادارہ علوم اسلامیہ ملتان فریضہ تبلیغ ادا کر رہا ہے۔ اگر اس کی بھی ہمت نہیں۔ تو پھر اسی ادارہ کی مدد کرنی چاہیئے تاکہ وہ آپ کی نمائندگی کر سکے۔

احقر العباد
منشی عبد الرحمن خان

۱۰ راکتوبر ۵ ۱۹۷ء
چھاؤنی ملتان شہر

# اغراض ومقاصد

صدیقی ٹرسٹ کے قیام کا مقصد صرف یہ ہے کہ آسان زبان اور عام فہم انداز میں دین کی بنیادی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے نئی نسل جس کی دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام نہیں ہے اور مشنری اسکول و کالج کے طلباء وطالبات جو اپنی تہذیب اور اپنے دین کی بنیادی تعلیم سے بھی واقف نہیں ہیں انہیں مختصر وقت میں ضروری معلومات فراہم کی جائیں۔

خواتین اور مصروف کاروباری حضرات کے لئے بھی یہ مختصر تبلیغی واصلاحی رسائل مفید ثابت ہو رہے ہیں. سیاست یا اختلاف مسلک سے دور رہ کر بنیادی تعلیم اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا ٹرسٹ کا مقصد ہے۔

دنیا کے بیشتر ممالک کی طرح ہمارے ملک میں بھی غیر ملکی سرمایہ اور امداد سے عیسائی مشنریز سرگرم عمل ہیں ان کے اسکول کالج شفاخانے اور دیگر ادارے بنیادی طور پر ان کے تبلیغی مراکز ہیں. کروڑ دں روپیہ سالانہ کے خرچ سے بائیبل کارسپانڈنس اسکول اور خود ساختہ انجیل کی مفت تقسیم اسی عمل کا ایک حصہ ہے. انکے علاوہ مرزائی، بہائی، کمیونسٹ، دہریہ اور دیگر غیر مسلم گروہ اپنے اپنے مشاغل میں مصروف عمل ہیں جو قیام پاکستان کے مقصد اور اسلام و مسلمانوں کے خلاف ہے افسوس ہے کہ ھم مسلمان محض چند اختلافی مسائل کی بناء پر مختلف گروہوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں ظاہر ہے اس کا فائدہ اُس قوت کو حاصل ہو رہا ہے جو اسلام دشمن ہے۔ اختلاف صرف چند غیر اہم مسائل کے طریق کار میں ہے ان کو چھوڑ کر بنیادی تعلیم وعقائد ایک ہی ہیں اور ایک ہی رہیں گے قرآن کریم اور سنت مبارکہ اس کی بنیاد ہے۔

ٹرسٹ اسی بنیادی تعلیم کو پیش کر رہا ہے اس کے ساتھ ہی بدعات، رسومات اور شادی بیاہ یا عام زندگی میں مسرفانہ طریق کار کی اصلاح، کی کوشش کرنا اس کے فرائض میں شامل ہے۔

قرآن کریم کے حکم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے دین حق کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی خدمت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس کیلئے عالم اور مولوی ہونا یا مالدار ہونا ضروری نہیں بلکہ دین کا علم حاصل کرنا اور اس علم کو پھیلانا ہر کلمہ گو پر فرض ہے۔ ہر مرد و عورت امیر فقیر عالم جاہل چھوٹا بڑا اس کا پابند ہے۔

سب سے بڑی تبلیغ اپنی اصلاح اور عبادات و عقائد کو درست کرنا ہے اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے جو نعمت اور قوت عطا کی ہے جس میں مال، اولاد، جسمانی قوت، تقریر، تحریر کی استطاعت سب شامل ہے یہ تمام نعمتیں امانت ہیں ان کی عطا کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کی بلندی کی کوشش یعنی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی کوشش کرنا اور مخلوق خدا کی خدمت کرنا ہے۔

ضروری نہیں کہ آپ صدیقی ٹرسٹ کے ساتھ ہی وابستہ ہوں بلکہ ہر وہ جماعت و ادارہ جو اس کے لئے سرگرم عمل ہو اس سے تعاون کیجئے اپنی برادری اور حلقہ احباب اپنے خاندان میں اس کے لئے کوشش کیجئے۔ مسلمان بنیئے اور مسلمان بنائیے جیسا کہ اس کا حق ہے۔

تبلیغ دین کے لئے علم و عمل ضروری ہے خلوص نیت اور ادائیگی فرض کے جذبہ کے ساتھ پیش نظر رہے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حضور اس کی جواب دہی کرنی ہوگی۔ سوال کثرت و قلت کا نہیں بلکہ نعمتوں کے صحیح اور غلط استعمال کا ہے۔

اپنی تمام ت[illegible] اللہ تعالیٰ کے دین کی تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کے لئے وقف کر دیجئے کہ یہی مقصد تخلیق ہے اور عبادت الٰہی کا بنیادی جز ہے۔

صدیقی ٹرسٹ کسی جماعت یا برادری سے وابستہ نہیں ہے اس کی خدمات عام ہیں اور یہ ہر فرد و برادری کا ادارہ [illegible] شائع کردہ رسائل آپ خود شائع کرائیں کوئی پابندی نہیں ہے یا ٹرسٹ کے ذریعہ اس کا بندوبست کرالیں تفصیلات کے لئے ٹرسٹ کا شائع کردہ سالانہ جائزہ ملاحظہ فرمائیے

صدیقی ٹرسٹ آپ سے ہر ممکنہ تعاون کے لئے اپنی خدمات پیش کرتا ہے۔

# قابلِ مطالعہ کتابیں

| نمبر | کتاب | مصنف | قیمت |
|---|---|---|---|
| ۱ | اُسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم | حضرت ڈاکٹر محمد عبدالحی صدیقی عارفی مدظلہ | ۲۰/- |
| ۲ | احکامِ میت | " " " | ۱۲/- |
| ۳ | قرآنِ حکیم اور ہماری زندگی | ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن | ۳۰/- |
| ۴ | یہودیت اور مسیحیت | پروفیسر ڈاکٹر احسان الحق رانا | ۴۰/- |
| ۵ | مسیحیت پاکستان میں | ڈاکٹر نادر رضا صدیقی | ۶۰/- |
| ۶ | کتابِ زندگی | منشی عبدالرحمٰن خاں | ۷۵/- |
| ۷ | خلفاء راشدین کی یگانگت | منشی عبدالرحمٰن خاں | ۱۴/- |
| ۸ | مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْر | غازی احمد (سابق کرشن لال) | ۵/- |
| ۹ | بائبل قرآن اور سائنس (اردو ترجمہ) | ڈاکٹر موریس بکائی | ۲۸/- |
| ۱۰ | بازارِ رشوت | منشی عبدالرحمٰن خاں | ۱۲/- |
| ۱۱ | رحمتِ دارینؐ کے سو شیدائی | طالب الہاشمی | ۶۰/- |
| ۱۲ | تیس پروانے بر شمعِ رسالتؐ کے | " | ۴۰/- |
| ۱۳ | تذکارِ صحابیاتؓ | " | ۴۸/- |
| ۱۴ | خیر البشرؐ کے چالیس جاں نثار | " | ۳۹/- |
| ۱۵ | تعلیمُ القرآن | مولانا محمد ادریس ندوی | ۸/- |
| ۱۶ | صحابۂ کبارؓ حضرۃ علیؓ کی نظر میں | منشی عبدالرحمٰن خاں | ۵/- |
| ۱۷ | مسلکِ اعتدال | حکیم انیس احمد صدیقی | [illegible]/- |
| ۱۸ | آزادی و سرفرازی کا پیغام | سامحۃ آئی دیردی | [illegible]/- |
| ۱۹ | انجیلِ برنباس | اُردو ترجمہ | ۱۵/- |
| ۲۰ | خزینۂ بصیرت (پندرہ حصے) | مؤلفہ منشی عبدالرحمٰن خاں | ۲۱/- فی حصہ |
| ۲۱ | احکامِ قرآنی | " | ۳۰/- |
| ۲۲ | داڑھی کے مسائل | مولانا شیخ احمد مدنیؒ | ۱۵/- |

ڈاک خرچ ٹرسٹ ادا کرے گا البتہ پچاس روپیہ سے کم کی فرمائش پر خریدار کے ذمہ ہوگا
دی پی طلب کیا جا سکتا ہے فہرستِ رسائل اور انگریزی کتب کی تفصیلات طلب فرمائیے۔

**صدیقی ٹرسٹ نسیم پلازا نزد لسبیلہ چوک نشتر روڈ کراچی ۵**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلرَّاشِی وَالْمُرْتَشِی فِی النَّارِ ( ارشادِ نبوی )

رشوت دینے لینے والوں کا ٹھکانا جہنم میں ہے

# بازارِ رشوت

## قرآن و حدیث کی روشنی میں

مصنّفہ

منشی عبدالرحمٰن خان

صدّیقی ٹرسٹ

نسیم پلازا - نشتر روڈ - کراچی ۵